المرجب ۱۴۳۹ھ / اپریل ۲۰۱۸ء

شیر شاہ سوری مسجد، بھیرہ شریف، سرگودھا

بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

ھٰذا بلاغٌ للناس

جلد ۵۳ شمارہ ۷

رجب المرجب ۱۴۳۹ھ اپریل ۲۰۱۸ء

نگران

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

مدیر مسئول

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب

مجلس ادارت

مولانا محمود اشرف عثمانی — مولانا راحت علی ہاشمی

زیر انتظام — فرحان صدیقی

ترتیب

فی شمارہ .... ۳۵ روپے

سالانہ (رجسٹرڈ) .... ۱۰۰۰ روپے

بیرونِ ملک .... ۱۰۰۰ روپے

سالانہ زرِ تعاون
بیرونِ ممالک

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپ ممالک............ ۳۵ ڈالر

سعودی عرب، ہندوستان اور متحدہ عرب امارات............ ۲۷ ڈالر

ایران، بنگلہ دیش............ ۲۵ ڈالر

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ "البلاغ" جامعہ دارالعلوم کراچی
کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی ۷۵۱۸۰

ٹیلیفون نمبر: 021-35123222
021-35123434

بینک اکاونٹ نمبر

9928-0100569828

میزان بینک لمیٹڈ
کورنگی دارالعلوم برانچ کراچی

Email Address:
monthlyalbalagh@gmail.com
www.darululoomkarachi.edu.pk

پبلشر۔ محمد تقی عثمانی
پرنٹر۔ القادر پرنٹنگ پریس کراچی

خطاب : حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ، مدظلہم
ضبط وتحریر: شفیق الرحمٰن کراچوی، تخصص فی الافتاء، سال اول

"تقویٰ" جرائم کے سدباب اور فلاح دارین کا ضامن ہے

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا
اور
درود وسلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

بتاریخ ۶ رجمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ، (۲۴ فروری ۲۰۱۸ء) نائب رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے فیصل مسجد، اسلام آباد میں جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمایا اور نماز جمعہ کی امامت فرمائی، اس موقع پر حضرت والا مدظلہم کا بصیرت افروز وعظ، جس میں موجودہ حالات کے لحاظ سے اہم ہدایات موجود ہیں، افادۂ عام کی خاطر ہدیۂ قارئین ہے۔ ــــــــــــــــــــــــ (ادارہ)

الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام علىٰ خاتم النبيين وامام المرسلين وعلىٰ اله واصحٰبه اجمعين وعلىٰ كل من تبعهم باحسان إلىٰ يوم الدين أما بعد: فاعوذ با الله من الشيطٰن الرجيم بسم الله الرحمٰن الرحيم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ــــ صدق الله العظيم.

میرے انتہائی قابلِ احترام ساتھیو بزرگو اور دوستو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں سب سے پہلے جامعہ اسلامیہ اسلام آباد کے منتظمین، اساتذۂ کرام اور جامعہ مسجد فیصل کی انتظامیہ کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے آج جمعہ کے مبارک موقع پر مجھے یہاں حاضری کی سعادت عطا فرمائی، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو بہترین جزا دنیا اور آخرت میں عطا فرمائے۔

دعوتِ فکر

ہم جس نازک دور سے گزر رہے ہیں اس میں ہمیں اپنے دین کے لیے اور اپنے ملک کے لیے مختلف جہتوں سے محنت کرنے کی ضرورت ہے، ہمیں -الحمدللہ -اللہ تبارک وتعالیٰ نے پاکستان کی صورت میں ایک عظیم نعمت عطا فرمائی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ ملک ہزار مخالفتوں کے باوجود محض اپنی رحمت اور اپنے فضل وکرم سے عطا فرمایا، جیسا کہ آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ اس ملک کا قیام درحقیقت اس لیے ہوا تھا کہ یہاں کے مسلمان اپنی زندگیوں کو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے تحت استوار کر سکیں، چنانچہ زندگی کے مختلف شعبوں میں ہمیں دینِ اسلام کی تعلیمات کو سمونے کی ضرورت ہے اور اس کے لیے الحمدللہ مختلف ادارے، مختلف انجمنیں، مختلف تعلیم گاہیں اور مختلف سیاسی، معاشی اور معاشرتی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔

"مرکز الاقتصاد الاسلامی" کی خدمات

اسی سرگرمی کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ ہمارے جامعہ دارالعلوم کراچی کا ایک شعبہ جس کا نام "مرکز الاقتصاد الاسلامی" ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو دین ہمیں عطا فرمایا ہے وہ صرف مسجد اور مدرسے کے ساتھ خاص نہیں ہے، ہم صرف مسجد اور مدرسے میں مسلمان نہیں ہیں بلکہ جب بازار میں جائیں، جب حکومت کی کرسیوں پر بیٹھیں، جب اپنی معاشی سرگرمیاں استعمال کریں ان سب مواقع پر درحقیقت اللہ تعالیٰ کا بندہ بن کر یہ کام انجام دینے ہیں۔

ہماری معیشت کا اس وقت سارا پہیہ مغرب کے مسلط کردہ سرمایہ داری نظام کے سہارے چل رہا ہے اور اس نظام کا سب سے بڑا اور سب سے مؤثر حصہ یہ ہے کہ پورا نظامِ معیشت سود پر مبنی ہے اور سود ایسی چیز ہے کہ جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اللہ اور رسول کے خلاف جنگ قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (البقرۃ:۲۷۹) پھر بھی اگر تم ایسا نہ کرو گے (یعنی سودی کاروبار نہیں چھوڑو گے) تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔

یہ الفاظ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قران کریم میں کسی اور جرم کے لئے، کسی اور گناہ کے لیے استعمال نہیں فرمائے، شراب پینے کے لئے، خنزیر کھانے کے لئے، زنا کرنے کے لیے یہ الفاظ استعمال نہیں فرمائے، لیکن سود کھانے اور سود کو نہ چھوڑنے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا کہ اگر تم سود کو نہیں چھوڑتے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔ لہٰذا "اس مرکز الاقتصاد الاسلامی" کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ کسی طرح ہم اپنی معیشت کو اور اپنی امت کو سود کی لعنت سے چھٹکارا دلانے کی کوشش کریں اور اس کے لئے الحمدللہ "مرکز الاقتصاد الاسلامی" کے تحت مختلف کورسز اور مختلف اجتماعات ملک کے مختلف حصوں میں منعقد ہوتے رہتے ہیں اسی سلسلے میں آج کل اسلام آباد میں مرکز الاقتصادی الاسلامی اور آئی بی اے (I.B.A) جو ہمارے ملک کا مشہور تعلیمی ادارہ ہے، اس کے تعاون اور اشتراک کے ساتھ الحمدللہ ایک کورس چل رہا ہے جس میں الحمدللہ، بہت سے پارلیمینٹیر ینز (Parliamentarians) نے بھی حصہ لیا، بڑے سرکاری مناصب پر فائز افسران نے بھی حصہ لیا، چنانچہ اس سلسلے میں یہاں آنا ہوا تھا اور آج اسی موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ حضرات کی محبت کی بدولت یہاں اس جامعہ مسجد فیصل میں جمعہ ادا کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو ہمارے لیے باعث کرم اور باعثِ سعادت بنائے۔

میں نے آپ حضرات کے سامنے ایک آیۃ کریمہ تلاوت کی ہے، اس آیۃ کریمہ کی روشنی میں چند گذارشات بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اس آیۃ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدۃ:۳۵)

اے ایمان والو تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ اختیار کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ اختیار کرو اور اللہ کے راستے میں محنت اور کوشش کرو تا کہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔

تقویٰ اختیار کرنے کا حکم

سب سے پہلا جملہ ہے، یَا اَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْ ا اتَّقُوْا اللّٰہَ اے ایمان والوتقویٰ اختیار کرو، یہ قرآن کریم کا ٹپیکل (Typical) جملہ ہے جوصرف اس جگہ نہیں ہے بلکہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بار باراللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ تقویٰ اختیار کرو، تقویٰ اختیار کرو، تقویٰ اختیار کرو، مختلف عنوانات اور مختلف اسالیب سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔اور تقویٰ کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں بھی کوئی حکم دیا ہے کہ فلاں کام کرو یا فلاں کام نہ کرو اس کے ساتھ اتَّقُوْا اللّٰہَ (تقویٰ اختیار کرو) کا جملہ آپ کو تقریبا ہر جگہ نظر آئیگا، اگر کوئی قانون دیا تو اس کے ساتھ اتَّقُوْا اللّٰہَ کا جملہ ضرور لگا ہوا ہے اسی طرح سود کے متعلق آیات کا خاتمہ بھی اسی پر ہوا ہے کہ (وَاتَّقُوا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَا کَسَبَتْ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ) (البقرۃ۲۸۱) - اس دن سے ڈرو جب تم سب لوٹائے جاؤ گے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف اور جو کچھ کسی شخص نے کمایا ہوگا، جیسے اس نے عمل کیے ہوں گے اس دن اس کا پورا پورا بدلہ اس کو دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔

لہٰذا ہر قانون کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تقویٰ کو ضرور ذکر فرمایا ہے کہ تقویٰ اختیار کرو، محض قانون ذکر کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ساتھ ساتھ ہمیں تقویٰ کا حکم بھی دیا ہے ۔

آج جمعہ کا دن ہے اور ہمارے ائمہ اربعہ میں سے متعدد ائمہ کا یہ مسلک ہے کہ جمعہ کے خطبہ میں اگر تقویٰ کی نصیحت اور تقویٰ کا ذکر نہ ہو تو جمعہ کا خطبہ ہی نہیں ہوتا اور جب جمعہ کا خطبہ نہیں ہوگا تو ان کے نزدیک نماز بھی نہیں ہوگی، البتہ ہمارے حنفی مسلک میں خطبہ کے اندر تقویٰ کا ذکر کرنا مسنون ہے واجب نہیں ہے جبکہ بعض ائمہؒ کے نزدیک خطبہ میں تقویٰ کا ذکر کرنا اور تقویٰ کی نصیحت کرنا فرض ہے، اس کے بغیر خطبہ نہیں ہوتا اور اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی ،تقویٰ کی اتنی بڑی اہمیت ہے۔

تقویٰ کا مطلب

تقویٰ کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسان کے دل میں ہر وقت یہ خلش رہے اور ہر وقت یہ احساس رہے کہ میں ایک دن اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے والا ہوں ، مجھے ایک نہ ایک دن اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوکر اپنے ہر ہر عمل کا جواب دینا ہے ، چاہے چھوٹا کام کروں یا بڑا کام کروں ، میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں اس کا جوابدار ہوں۔

یہ زندگی جو ہم گذار رہے ہیں یہ نہ جانے کس وقت ختم ہو جائے، بیٹھے بیٹھے انسان دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے، ساری دنیا کے مختلف معاملات میں اختلافات ہیں، لیکن اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ ہر انسان کو موت آنی ہے اور اس میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ موت کے آنے کا وقت کسی کو معلوم نہیں ہے، سائنس کے سارے فارمولے یہاں آکر فیل ہو جاتے ہیں کہ کس طرح یہ پتہ لگایا جائے کہ یہ شخص جو ہمارے سامنے بیٹھا ہے یہ کتنے دن تک زندہ رہے گا؟ کسی بھی وقت پیغامِ اجل آسکتا ہے اور تقویٰ کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسان اس بات کو ہر وقت ذہن میں رکھے، ہر وقت اس کے دل و دماغ میں یہ تصور موجود رہے کہ میں جو کام بھی کر رہا ہوں اس کا مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہو کر جواب دینا ہے، یہ تقویٰ ہی وہ چیز ہے جو انسان کو صحیح انسان بناتی ہے ۔

جرائم کا بنیادی سبب

دنیا کے اندر جتنے جرائم ہوتے ہیں، جتنے گناہ ہوتے ہیں، جتنی حق تلفیاں ہوتی ہیں اور جتنی اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کی نافرمانیاں ہوتی ہیں یا ظلم ہوتے ہیں ان سب کی بنیاد یہ ہے کہ جس وقت انسان وہ ظلم کر رہا ہوتا ہے اس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کا احساس اس کے دل سے ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا چور چوری اس وقت کرتا ہے جب اس کے دل میں خدا کا خیال نہیں رہتا، ڈاکو ڈاکہ اس وقت ڈالتا ہے جب اس کے دل میں خدا کا خوف نہیں ہوتا، زنا کرنے والا، شراب پینے والا، خنزیر کھانے والا اور دوسروں کے حقوق پر ڈاکے ڈالنے والا، یہ سارے لوگ جرائم اس وقت کرتے ہیں جب ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خیال نہیں ہوتا اور رشوت کھانے والا جب بھی رشوت کھا رہا ہوتا ہے اس وقت اس کے دل میں خدا کا خیال نہیں ہوتا، اگر اس کے دل میں خدا کا خوف ہوتا اور اس کے دل میں خدا کے سامنے پیش ہونے کا احساس ہوتا تو وہ کبھی بھی رشوت نہ لیتا۔ جتنے جرائم ہوتے ہیں، جتنے گناہ ہوتے ہیں، جتنے ظلم ہوتے ہیں ان کی بنیاد تقویٰ کا نہ ہونا ہے، اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **لایزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن** کہ زنا کرنے والا جس وقت زنا کر رہا ہوتا ہے اس وقت ایمان اس کے دل میں نہیں ہوتا ۔

ایمان نہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس بات کا احساس اس کے دل میں نہیں ہوتا کہ مجھے اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے، اس احساس کے نہ ہونے کی وجہ سے زنا ہوتے ہیں اسی وجہ سے جرائم ہوتے ہیں، اسی کی وجہ

سے مظالم ہوتے ہیں لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے گناہ کی طرف مائل ہونے کی بنیاد پکڑلی ہے۔

ایک چرواہے کا واقعہ

روایات میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر، رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ایک مرتبہ سفر میں جارہے تھے، راستے میں ان کو بکریوں کا ایک ریوڑ نظر آیا، ان کے ساتھ ایک چرواہا بھی تھا، اس چرواہے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، نے کہا کہ میں مسافر ہوں، مجھے دودھ کی ضرورت ہے، لہٰذا مجھے بکریوں میں سے کسی بکری کا دودھ نکال کردے دو، اس چرواہے نے کہا کہ میں ضرور دیتا مگر میں ان بکریوں کا مالک نہیں ہوں، میں ایک چرواہا ہوں، میں کسی کا مزدور ہوں اور میں بغیر اس کی اجازت کے آپ کو دودھ نکال کے نہیں دے سکتا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، نے اس کا امتحان لینا چاہا اور اس سے کہا کہ میں تمھیں ایسی ترکیب بتاتا ہوں جس میں تمہارا بھی فائدہ ہے اور میرا بھی فائدہ ہے، وہ ترکیب یہ ہے کہ میں ایک بکری تم سے خرید لیتا ہوں، اس میں تمہارا فائدہ یہ ہوگا کہ پیسے تمہارے پاس آجائیں گے اور میرا فائدہ یہ ہوگا کہ بکری میرے پاس ہوگی جب بھی مجھے ضرورت ہوگی میں دودھ نکال کر پی لیا کروں گا، اور جہاں تک مالک کا تعلق ہے مالک تمہیں کہاں دیکھ رہا ہے، وہ تو یہاں موجود نہیں ہے اور جب مالک پوچھے کہ بکری کہاں گئی تو تم کہدینا کہ بکری کو بھیڑیا کھا گیا اور ویسے بھی بھیڑیے بکریوں کو کھاتے رہتے ہیں، لہٰذا اگر یہ بات مالک سے کہو گے تو اس کو کچھ شک نہیں ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمر، رضی اللہ عنہما، نے جوں ہی یہ بات کہی تو اس کے دل سے یہ آہ نکلی اور اس نے زبان سے یہ کہا کہ فاین اللہ ؟ اللہ کہاں گیا؟ مالک بیشک موجود نہیں ہے اور وہ مجھے نہیں دیکھ رہا، لیکن اللہ تو دیکھ رہا ہے، میں جب یہ معاملہ کرلوں گا تو اللہ تعالیٰ کے پاس جاکر کیا جواب دوں گا؟

یہ تقویٰ تھا جو اللہ تعالیٰ نے اس چرواہے کے دل میں پیدا کیا تھا، جب دل میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے تو جنگل کی تنہائی میں بھی، رات کی تاریکی میں بھی، اندھیروں میں بھی یہ تقویٰ انسان کے دل پر پہرے بٹھاتا ہے۔ آپ ہزار پولیس بنالیجئے، ہزار محکمہ بنالیجئے، ہزار عدالتیں قائم کرلیجئے لیکن ظاہری طور پر سامنے آنے والے جرائم میں تو ہوسکتا ہے کہ ادارے کسی طرح مجرم کو پکڑ کر سزا دے دیں لیکن جنگل کی تنہائیوں میں، رات کی تاریکیوں میں، اندھیروں میں تم کسی شخص کے اعمال اور افعال پر پہرہ نہیں بٹھا سکتے، سوائے اس طریقہ کے کہ دلوں میں تقویٰ پیدا کرو، اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر جوابدہی کا احساس پیدا کرو۔ اس لیے قران کریم

نے جابجا ہر ہر قدم پر ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ تقویٰ اختیار کرو، اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کا احساس اور یہ خلش پیدا کرو کہ جو میں کام کرنے جارہا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہے یا نہیں ہے؟ یہ مجھے جنت میں لے جائے گا یا جہنم میں لے جائے گا؟۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، جو بڑے درجے کے مجتہد، فقیہ، اور امام ہیں، ان سے کسی نے پوچھا کہ جب آپ سے کوئی سوال کرتا ہے تو آپ تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہتے ہیں اور وقفہ کرتے ہیں پھر اس کے بعد جواب دیتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس وقفہ میں، میں اپنے آپ کو جنت اور جہنم پر پیش کرتا ہوں اور یہ سوچتا ہوں کہ اس سوال کے جواب میں جو بات میں کہہ رہا ہوں وہ مجھے جنت میں لے جائے گی یا جہنم میں لے جائے گی؟ اس لیے یہ وقفہ کرتا ہوں، پھر سوچنے کے بعد جب مجھے اطمینان ہو جاتا ہے کہ یہ بات جہنم میں لے جانے والی نہیں ہے بلکہ جنت میں لے جانے والی ہے تب میں وہ بات کرتا ہوں، لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ جب تقویٰ دل میں پیدا کردیتے ہیں تو انسان کے دل پر پہرہ بیٹھ جاتا ہے، تقویٰ ایک پہرہ دار ہے جو ہماری نگرانی کرتا ہے کہ ہم کوئی غلط کام کرنے تو نہیں جارہے۔

ہمارے ملک میں کرپشن کا رونا رویا جارہا ہے، اینٹی کرپشن کے محکمہ قائم ہیں، اکاؤنٹیبلیٹی (Accountability) کے محکمے قائم ہیں اور جو محکمہ قائم ہوتا ہے وہ رشوت کو ختم کرنے کے لیے رشوت کے ریٹ (Rate) بڑھا دیتا ہے، رشوت کے خرچے میں اور اضافہ کردیتا ہے کیوں؟ اس لیے کہ سارا کچھ ہے، انتظامات ہیں اور محکمے بھی ہیں، لیکن دل سے خدا کا خوف نکل چکا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے جوابدہی کا احساس مٹ رہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص اس محکمہ میں بیٹھا ہے وہ یہ سوچتا ہے کہ بس یہ دنیا ہے، اس دنیا کے اندر جو کچھ کما لیا بس وہ کما لیا، اس کے اندر میری سب سے بڑی منزل یہی ہے کہ میں زیادہ سے زیادہ پیسہ حاصل کرلوں، بڑے سے بڑا مالدار بن جاؤں، زیادہ سے زیادہ کوٹھیاں بنالوں اور میرے گھر میں اعلیٰ سے اعلیٰ کاریں آجائیں، یہ سارا مقصد اور منتہا ہے۔ اس سے آگے یہ کہ مرنا بھی ہے، قبر میں بھی جانا ہے سوال وجواب بھی ہونے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں بھی پہنچنا ہے، یہ احساس مٹ رہا ہے، لہٰذا اس واسطے اللہ تبارک وتعالیٰ بار بار تقویٰ کا ذکر فرماتے ہیں، اس کا حکم دیتے ہیں۔

تقویٰ کیسے حاصل کیا جائے؟

جمعہ کے دن کو خاص اس بات کے لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں تقویٰ کی بات کی جائے، تقویٰ کا ذکر کیا جائے، تقویٰ کی اہمیت بتائی جائے، کس طرح یہ تقویٰ حاصل ہوگا؟ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو باتیں ارشاد فرمائی ہیں ایک یہ کہ وَابْتَغُوْ اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ تلاش کرو۔ مفسرینِ کرام نے اس آیۃ کی تفسیر میں فرمایا کہ وسیلہ سے مراد عمل صالح ہے، جو کوئی نیک عمل بھی ہم کریں گے وہ ہمیں اللہ تعالی سے قریب کرے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں ایسا دین عطا فرمایا ہے کہ نیک کاموں کو صرف نماز روزے کی حد تک محدود نہیں رکھا، بیشک نماز فرض ہے، روزہ فرض ہے، زکوٰۃ فرض ہے، حج فرض ہے، لیکن نیک کام صرف اس حد تک محدود نہیں ہیں، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الإیمان بضع وسبعون شعبة (مشکوۃ ص ۱۲ ج ۱) الحدیث۔ ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے ہیں اعلاها کلمة لا إله الا الله سب سے اعلیٰ شعبہ یہ ہے کہ انسان اس بات پر ایمان رکھے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وادناها اماطة الأذی عن الطریق اور راستے سے کوئی گندگی ہٹا دینا اور کوئی تکلیف دہ چیز ہٹا دینا، کوئی کانٹا پڑا ہو اس کو ہٹا دینا، تاکہ گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہو، یہ بھی ایمان کا شعبہ ہے اور یہ بھی عملِ صالح ہے اور یہ عمل صالح بھی اللہ تک پہنچنے کا راستہ ہے اور وابتغوا الیه الوسیلة میں داخل ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لاتحقرن من المعروف شیئا کسی بھی نیک کام کو حقیر نہ سمجھو، کیا پتہ وہ تھوڑا سا کام تمھیں کہاں سے کہاں پہنچا دے، ولو أن تلقیٰ اخاک بوجه طلق (مسلم ص ۳۲۹ ج ۲) یہاں تک کہ تم اپنے مسلمان بھائی سے مسکرا کر، خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرلو تو یہ بھی ایک بڑی نیکی ہے اور عملِ صالح ہے، البتہ شرط یہ ہے کہ جب آدمی یہ عملِ صالح انجام دے رہا ہو تو اس کے دل میں یہ نیت ہو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لیے اس شخص سے خندہ پیشانی کے ساتھ مل رہا ہوں۔ چنانچہ ہر نیک کام وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو جب اللہ تبارک وتعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت سے انجام دو گے تو وہ عمل تمہیں اللہ سے قریب کرے گا اور اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچائے گا۔

تیسرا جملہ ارشاد فرمایا کہ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ کے راستے میں کوشش اور محنت کرو۔ جہاد کا لفظ عام طور سے صرف اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لیے بولا جاتا ہے، بیشک یہ جہاد دین کا ایک عظیم رکن ہے اور اس کے بہت بڑے فضائل ہیں، لیکن قرآن کریم کی اصطلاح میں جہاد صرف اسی حد تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اپنے نفس پر مشقت برداشت کر کے جو کام بھی انسان کرے گا وہ جہاد ہے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والا ہے۔

چونکہ ہمارا دین زندگی کے سارے شعبوں کو محیط ہے، اس واسطے زندگی کے جس شعبہ میں بھی انسان ہو، چاہے وہ طالب علم ہو یا استاد ہو، تاجر ہو یا مزدور ہو، سرمایہ دار ہو یا دولت مند ہو، ہر ہر شعبہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو کچھ ہدایات عطا فرمائی ہیں، ان ہدایات کی انسان اگر پابندی کرے گا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے رضا کی خاطر عمل کرے گا اور یہ سوچ کر کرے گا کہ مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دینا ہے تو یہ چیز اس کو تقویٰ کی طرف اور منزل کی طرف لیتی چلی جائے گی۔

تقویٰ پر آمادہ کرتا ہے عملِ صالح

اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام بنایا ہے کہ ایک طرف اگر تقویٰ دل میں پیدا ہوتا ہے تو وہ عمل صالح پر آمادہ کرتا ہے اور جب بندہ عمل صالح کرتا ہے تو وہ عملِ صالح اس کو مزید تقویٰ پر آمادہ کرتا ہے پھر جب تقویٰ دل میں پیدا ہوتا ہے تو وہ پھر عملِ صالح کی طرف لے جاتا ہے پھر جب انسان عملِ صالح کرتا ہے تو وہ عملِ صالح تقویٰ کی منزل کو اور آگے بڑھا دیتا ہے، تقویٰ کے مدارج بڑھتے چلے جاتے ہیں، بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ لہٰذا ہم خواہ کسی بھی شعبۂ زندگی سے متعلق ہوں، چاہے ہم تاجر ہوں یا مزدور ہوں، طالب علم ہوں یا معلم ہوں اگر ہم اپنا کام محنت اور کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کریں گے تو ان شاء اللہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ تک پہنچائے گا، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ بنے گا۔ ان سب چیزوں یعنی تقویٰ، عملِ صالح اور اس کے لیے محنت اور کوشش کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ فلاح حاصل ہوگی۔

فلاح کا مطلب

فلاح ایک ایسا لفظ ہے کہ جس کا اردو میں ترجمہ کرنا بھی آسان نہیں ہے، عام طور سے اس کا مطلب کامیابی سمجھا جاتا ہے، ٹھیک ہے کامیابی فلاح سے قریب ترین لفظ ہے، اس کے علاوہ کوئی اور ترجمہ نہیں کیا

جاسکتا، لیکن فلاح کا اصل مطلب یہ ہے کہ جو آدمی یہ تین کام کر رہا ہو یعنی تقویٰ اختیار کیے ہوئے ہو اور نیک کام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہو اور اس کام کے لیے اگر محنت کرنی پڑ رہی ہے تو محنت بھی کر رہا ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی دنیا بھی ٹھیک ہوگی اور آخرت بھی درست ہوگی۔

جتنی بھی اسکیمیں ہیں یا فلسفے ہیں وہ انسان کی صرف قبر تک رہنمائی کر سکتے ہیں، کوئی بھی فلسفہ چاہے وہ سرمایہ داری کا ہو، سوشلزم کا ہو یا کمیونزم کا ہو وہ صرف انسان کی زندگی کی حد تک ہے، یعنی جب تک قبر میں نہیں پہنچتے اس وقت تک ہم تمہارے لئے یہ فلسفے انتظامات سوچ رہے ہیں لیکن قبر تک پہنچنے کے بعد کیا ہوگا ؟ جس کو کسی شاعر نے کہا ہے کہ ؎

شکریہ اے قبر تک پہنچانے والو شکریہ

اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

مرنے کے بعد جو منزلیں ہمیں پیش آنے والی ہیں، ان کے لئے کوئی نظریہ، کوئی فلسفہ، ہمیں کوئی ہدایت نہیں دیتا، ہماری کوئی مدد نہیں کرتا، صرف اسلام کہتا ہے کہ تمہاری زندگی صرف قبر تک ہی محدود نہیں ہے، ہم تمہیں قبر تک بھی ٹھیک طرح پہنچائیں گے اور قبر کے بعد جو زندگی آنے والی ہے اس کے اندر بھی تمہیں فلاح عطا کریں گے بشرطیکہ یہ تین کام کرلو، تقویٰ پیدا کرو، اللہ کے لیے نیک عمل کرو اور اس کے لیے جو محنت اور کوشش کرنی ہے وہ کوشش بھی کیا کرو، تو ان شاء اللہ قبر سے پہلے بھی اور قبر کے بعد بھی تمہارا انجام اچھا ہوگا اسی کا نام فلاح ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے، اپنی رحمت سے ہمیں یہ فلاح کا راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العٰلمین

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

...... ایاتھا ۱۲۰	سورۃ المائدۃ	...... رکوعاتھا ۱٦ ......

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ

اے ایمان والو! اللہ نے تمہارے لئے جو پاکیزہ چیزیں حلال کی ہیں ان کو حرام قرار نہ دو، اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ یقین جانو کہ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (۱)۔(۸۷) اور اللہ نے تمہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے حلال پاکیزہ چیزیں کھاؤ، اور جس اللہ پر تم ایمان رکھتے ہو اس سے ڈرتے رہو۔(۸۸) اللہ تمہاری لغو قسموں پر تمہاری پکڑ نہیں کرے گا، (۲) لیکن جو قسمیں تم نے پختگی کے ساتھ کھائی ہوں (۳)، ان پر تمہاری پکڑ کرے گا۔

(۱) جس طرح حرام چیزوں کو حلال سمجھنا گناہ ہے، اسی طرح جو چیزیں اللہ نے حلال کی ہیں ان کو حرام سمجھنا بھی بڑا گناہ ہے۔ مشرکین مکہ اور یہودیوں نے ایسی بہت سی چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا، جس کی تفصیل ان شاء اللہ سورہ انعام میں آئے گی۔

(۲) "لغو" قسموں سے مراد ایک تو وہ قسمیں ہیں جو قسم کھانے کے ارادے کے بغیر محض محاورے اور تکیۂ کلام کے طور پر کھالی جاتی ہیں، اور دوسرے وہ قسمیں بھی لغو کی تعریف میں داخل ہیں جو ماضی کے کسی واقعے پر سچ سمجھ کر کھائی گئی ہوں، مگر بعد میں معلوم ہو کہ جس بات کو سچ سمجھا تھا وہ سچ نہیں تھی۔ اس قسم کی قسموں پر نہ کوئی گناہ ہوتا ہے، اور نہ کوئی کفارہ واجب ہوتا ہے، البتہ بلاضرورت قسم کھانا کوئی اچھی بات نہیں ہے، اس لئے ایک مسلمان کو اس سے احتیاط کرنی چاہئے۔

(۳) اس سے مراد وہ قسم ہے جس میں آئندہ زمانے میں کوئی کام کرنے یا نہ کرنے کا عہد کیا گیا ہو۔ ایسی قسم =

فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾

چنانچہ اس کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو وہ اوسط درجے کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے گھر والوں کو کھلایا کرتے ہو، یا ان کو کپڑے دو، یا ایک غلام کو آزاد کرو۔ ہاں اگر کسی کے پاس (ان چیزوں میں سے) کچھ نہ ہو تو وہ تین دن روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم نے کوئی قسم کھالی ہو (اور اسے توڑ دیا ہو)، اور اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو(۱)۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں کھول کھول کر تمہارے سامنے واضح کرتا ہے، تاکہ تم شکر ادا کرو۔ (۸۹) اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوئے کے تیر(۲)، یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا ان سے بچو، تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو (۹۰) شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض کے بیج ڈال دے، اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ اب بتاؤ کہ کیا تم (ان چیزوں سے) باز آجاؤ گے؟ (۹۱)

= کو توڑنا عام حالات میں بڑا گناہ ہے، اور اگر کوئی شخص ایسی قسم توڑ دے تو اس کا کفارہ بھی واجب ہے جس کی تفصیل آیت میں بیان فرمائی گئی ہے۔ ایک تیسری قسم کی قسم وہ ہے جس میں ماضی کے کسی واقعے پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا گیا ہو، اور مخاطب کو یقین دلانے کے لئے قسم کھائی گئی ہو۔ ایسی قسم سخت گناہ ہے، مگر دنیا میں اس کا کوئی کفارہ سوائے توبہ اور استغفار کے کچھ نہیں ہوتا۔

(۱) مطلب یہ ہے کہ قسم کھالینا کوئی مذاق نہیں ہے، اس لئے اوّل تو قسمیں کم سے کم کھانی چاہئیں، اور اگر کوئی قسم کھالی ہو تو حتی الامکان اسے پورا کرنا ضروری ہے۔ البتہ اگر کسی شخص نے کوئی ناجائز کام کرنے کی قسم کھالی ہو تو اس پر واجب ہے کہ قسم کو توڑے اور کفارہ ادا کرے۔ اسی طرح اگر کسی جائز کام کی قسم کھائی، مگر بعد میں اندازہ ہوا کہ وہ کام مصلحت کے خلاف ہے، تب بھی ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ایسی قسم کو توڑ دینا چاہئے، اور کفارہ ادا کرنا چاہئے۔

(۲) بتوں کے تھان سے مراد وہ قربان گاہ ہے جو بتوں کے سامنے بنادی جاتی تھی، اور لوگ بتوں کے نام پر =

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

اور اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور (نافرمانی سے) بچتے رہو۔ اور اگر تم (اس حکم سے) منہ موڑو گے تو جان رکھو کہ ہمارے رسول پر صرف یہ ذمہ داری ہے کہ وہ صاف صاف طریقے سے (اللہ کے حکم کی) تبلیغ کردیں۔ (۹۲) جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، اور نیکی پر کاربند رہے ہیں، انہوں نے پہلے جو کچھ کھایا پیا ہے، اس کی وجہ سے ان پر کوئی گناہ نہیں ہے (۱)، بشرطیکہ وہ آئندہ ان گناہوں سے بچتے رہیں، اور ایمان رکھیں اور نیک عمل کرتے رہیں، پھر (جن چیزوں سے آئندہ روکا جائے ان سے) بچا کریں، اور ایمان پر قائم رہیں، اور اس کے بعد بھی تقویٰ اور احسان کو اپنائیں (۲)۔ اللہ احسان پر عمل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (۹۳)

= وہاں جانور وغیرہ قربان کیا کرتے تھے۔ اور جوئے کے تیروں کی تشریح اسی سورت کے شروع میں آیت نمبر ۳ کے تحت حاشیہ نمبر ۶ میں گذر چکی ہے۔

(۱) جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو بعض صحابۂ کرام کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جو شراب حرمت کا حکم آنے سے پہلے پی لی گئی ہے، کہیں وہ ہمارے لئے گناہ کا سبب نہ بنے۔ اس آیت نے یہ غلط فہمی دُور کردی، اور یہ بتادیا کہ چونکہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے شراب پینے سے صاف الفاظ میں منع نہیں کیا تھا، اس لئے اس وقت جنہوں نے شراب لی تھی اس پر ان کی کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔

(۲) احسان کے لغوی معنی ہیں "اچھائی کرنا"۔ اس طرح یہ لفظ ہر نیکی کو شامل ہے، لیکن ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ تشریح فرمائی ہے کہ انسان اللہ کی عبادت اس طرح کرے جیسے وہ اس کو دیکھ رہا ہے، یا کم از کم اس تصور کے ساتھ کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ہونے کا دھیان رکھے۔

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
نائب رئیس ــــــــــــ جامعہ دارالعلوم کراچی

یادیں

(چھٹی قسط)

جیسا کہ پہلے عرض کرچکا ہوں، دیوبند میں حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے دارالاشاعت کے نام سے ایک تجارتی کتب خانہ قائم فرمایا تھا جو وہ دیوبند ہی میں چھوڑ آئے تھے، اور بھائی جان (جناب محمد زکی کیفی، رحمۃ اللہ علیہ) اُس کی دیکھ بھال کرتے تھے، مگر اُس کی آمدنی بھی اول تو معمولی سی تھی، دوسرے اُس کو پاکستان منتقل کرنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے نہ جانے کس طرح کچھ چھوٹے چھوٹے رسالے پاکستان آنے کے بعد بھی اُس دور میں چھپوائے، لیکن یہ وہ دور تھا جب اردو جاننے والے مہاجرین لٹے پٹے پاکستان آرہے تھے، اور ان کے لئے سب سے بڑا مسئلہ خود اپنے کھانے پینے اور رہائش کا انتظام کرنا تھا، اس لئے اردو کتابوں کی مانگ اتنی نہ تھی کہ وہ طباعت واشاعت کا خرچ نکالنے کے بعد کچھ آمدنی بھی پیدا کرسکیں۔

اس معاشی صورت حال کے ساتھ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کو ہر وقت یہ فکر بھی لاحق تھی کہ وہ اپنی ضعیف والدہ صاحبہؒ کو دیوبند چھوڑ کر آئے تھے، جو حضرت گنگوہی، قدس سرہ، سے بیعت تھیں، اور ہم نے اُنہیں زندگی بھر کبھی ذکر اللہ سے خالی نہیں پایا، یہاں تک کہ اُن کے ہر سانس کے ساتھ "اللہ اللہ" کے الفاظ ہم خود سُنا کرتے تھے۔ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، چاہتے تھے کہ اُنہیں جلد از جلد یہاں بلانے کا کوئی انتظام کیا جائے۔ وہ ریل کے سفر کی متحمل بھی نہیں تھیں۔ اس کے علاوہ ہمارے بھائی جان ہمارے دیوبند کے گھر میں اکیلے رہ گئے تھے، ان کی عمر بھی اُس وقت بائیس چوبیس سال کی تھی، اور دارالاشاعت کا سارا انتظام بھی وہی کرتے تھے۔ والدین اور بہن بھائیوں سے دور رہ کر تنہائی میں اُن کے کیا جذبات تھے؟ اس کا کچھ اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اسی دوران جب عید آئی تو اُنہوں نے ہم بہن بھائیوں کے نام ایک کارڈ پر ایک نظم میں اپنے جذبات کا اظہار کیا تھا جس کے یہ شعر مجھے اب بھی یاد رہ گئے ہیں:

مانا کہ میں دل درد کا خوگر ہی بنالوں
لیکن جو خلش چھپ نہ سکے، کیسے چھپالوں

تم عید کی خوشیوں سے کرو گھر میں چراغاں
میں اپنا ہی دل اپنے ہی داغوں سے سجالوں

ماں باپ جدا، بھائی بہن پاس نہیں ہیں
ایسے میں بتاؤ کہ میں کیا عید منالوں؟

حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کو تیسری فکر یہ تھی کہ ہم چاروں بھائی جو ساتھ پاکستان آئے تھے، تعلیم کے محتاج تھے، اور اُس وقت کراچی میں صرف ایک مدرسہ تھا جو محلّہ کھڈہ میں مظہر العلوم کے نام سے معروف تھا وہ ہمارے گھر سے اتنا دور تھا کہ اُس میں تعلیم حاصل کرنا ہمارے لئے قابلِ عمل نہیں تھا۔

اُدھر حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کو سب سے بڑی تکلیف یہ تھی کہ یہ علاقہ جس میں ہم آ کر آباد ہوئے تھے، زیادہ تر انگریزوں اور پارسیوں کا علاقہ تھا، اور جو تھوڑے بہت مسلمان یہاں آباد تھے، وہ بیچارے بھی الا ما شاء اللہ دین کی کوئی خاص فکر نہیں رکھتے تھے، اس لئے اس علاقے میں دور دور تک کوئی مسجد نہیں تھی۔ شروع میں حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، جماعت میں شامل ہونے کی خاطر دور دور بھی تشریف لے جاتے، لیکن پھر انہوں نے ہمارے گھر کے تقریباً سامنے کچھ مسلمانوں کے تعاون سے ایک کیبن بنوادیا، جس میں پانچوں وقت کی نماز باجماعت شروع ہوگئی، اور پھر رفتہ رفتہ مسجد کے لئے اس کے برابر والی گلی میں ایک جگہ بھی مل گئی، جہاں الحمدللہ باقاعدہ مسجد بنی، اور وہ ابتک چلی آتی ہے۔

مزید مسئلہ یہ بھی تھا کہ مہاجرین کے قافلے روز بروز کراچی پہنچ رہے تھے، اُن میں سے کچھ اپنے رشتہ دار بھی تھے، اور ان کا حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے سوا کوئی سہارا نہیں تھا، اس لئے وہ بھی تقریباً مستقل مہمان کے طور پر ہمارے گھر ہی میں ٹھہرتے، اور ان کو روزگار دلانے کی کوشش بھی حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے فرائض میں شامل تھی۔ اس کے علاوہ بھی وہ لٹے پٹے مہاجرین کی ہر ممکن امداد کی کوشش فرماتے تھے۔

غرض حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کو طرح طرح کے مسائل کا سامنا تھا اور اب ہمارے لئے یہ اندازہ لگانا بھی مشکل ہے کہ اُنہوں نے کس کس طرح ان حالات کا مقابلہ فرمایا، لیکن ہمارے لئے وہ ایک

انتہائی شفیق باپ تھے جو گھر والوں کے سامنے ہمیشہ مطمئن اور خوش وخرم نظر آتے، بلکہ ہم لوگوں کی دلداری کے لئے ہمیں سیر وتفریح کو بھی لے جاتے۔ اُس وقت کراچی میں سمندر کی تفریح کیلئے سب سے دلکش جگہ کلفٹن تھی جسے اُس وقت زیادہ تر "ہوابندر" کہا جاتا تھا۔ چونکہ وہ شہر سے بہت دور جگہ سمجھی جاتی تھی جہاں بسیں بھی بہت کم جاتی تھیں، اس لئے دن کے وقت وہ اکثر سنسان اور پُرسکون ہوتی تھی، حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، ہم سب گھر والوں کو اُسی وقت وہاں لے جاتے۔ آج جس جگہ بڑا سا پارک بنا ہوا ہے، اُس وقت سمندر وہاں تک آیا کرتا تھا، اور وہ قدیم پُل جو اب پارک کے مشرقی حصے سے مغربی حصے تک پھیلا ہوا ہے، سمندر کی موجیں اُس پُل کے اگلے حصے کے نیچے تک آیا کرتی تھیں۔ یہاں ہم لوگ سمندر کی موجوں میں اپنی اپنی بساط کے مطابق نہاتے، اور گھر سے لایا ہوا کھانا دوپہر کے وقت وہیں کھا کر واپس لوٹتے۔ اسی طرح حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کبھی ہمیں بادبانی کشتی میں سوار کرکے کیماڑی سے منوڑہ لے جاتے، اور دن بھر کی یہ تفریح ہم بچوں کیلئے بڑی پُرکیف ہوتی تھی۔

ایک طرف تو مذکورہ بالا مسائل کے باوجود وہ ہماری دلداری کیلئے اس قسم کی تفریحات کا بھی سامان فرماتے، (اور ان تفریحات کے دوران بزرگوں کے واقعات اور نصیحتوں کے ذریعے ذہن سازی بھی کرتے جاتے۔) دوسری طرف حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو علمی ذوق عطا فرمایا تھا، اُس کی بنا پر خالص علمی اور فقہی مشغلے کسی حال نہیں چھوٹے۔ اگرچہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی کی حیثیت سے آپ مدت پہلے استعفاء دے چکے تھے، لیکن لوگ اطراف عالم سے اُن کے پاس فقہی سوالات بھیجتے رہتے تھے جن کے جواب وہ اس حالت میں بھی تحریر فرماتے، اور دیوبند سے اگرچہ وہ زیادہ سامان ساتھ نہ لا سکے تھے، لیکن اہم کتابیں، مخطوطات، قلمی مسودے اور بزرگوں کے خطوط اور تبرکات کو بڑے اہتمام سے ساتھ لائے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ کسٹم کی تلاشی میں مجھے سب سے زیادہ فکر ان کتابوں اور کاغذات کی تھی، لیکن کسٹم والوں کو ان سے کوئی غرض نہیں تھی انہیں تو یہ فکر تھی کہ کوئی سونا چاندی یا بے سلا کپڑا نہ جانے پائے۔ اس طرح والد صاحبؒ کا یہ علمی اثاثہ بڑی حد تک ان کے ساتھ آ گیا تھا، یہاں تک کہ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی، رحمۃ اللہ علیہ، اپنے ساتھ اتنی کتابیں نہیں لا سکے تھے، اس لئے بعض اوقات کسی مسئلے کی تحقیق کی ضرورت پڑتی، تو وہ تین منزل کا زینہ چڑھ کر ہمارے گھر تشریف لاتے اور مطالعہ فرماتے۔

رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ مسائل اس طرح حل ہونے شروع ہوئے کہ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے کچھ دوستوں نے کراچی ہی میں کتابوں کی نشرواشاعت کا ایک ادارہ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے ساتھ شرکت میں قائم کیا، اور دوسری طرف بھائی جان مرحوم جو دیوبند کا کتب خانہ چلا رہے تھے، کسی طرح ان کے لئے ممکن ہوگیا کہ وہ کتب خانے کو وہاں سے سمیٹ کر پاکستان چلے آئیں، اور ہماری دادی صاحبہ، رحمہا اللہ تعالیٰ، کو بھی اپنے ساتھ لے آئیں ۔چونکہ ان کے لئے ریل کا سفر قابل برداشت نہ تھا، اس لئے وہ انہیں دہلی سے ہوائی جہاز میں لیکر آئے۔ وہ ہم سب گھر والوں کی خوشی کا ناقابل فراموش دن تھا جب ہم اُن کے استقبال کے لئے ڈرگ روڈ کے ہوائی اڈے روانہ ہوئے۔ ڈرگ روڈ کا ہوائی اڈہ اُس وقت شہر سے بہت دور سمجھا جاتا تھا، اور بیچ میں جنگل حائل تھے۔اُس وقت اوریئنٹ ایئرویز کے نام سے ایک ہی ایئرلائن پاکستان اور ہندوستان کے درمیان چلا کرتی تھی۔اُس کا ڈکوٹا طیارہ رن وے پر آ کر رُکا، تو میرے لئے کسی جہاز کو اتنے قریب سے دیکھنے کا یہ پہلا موقع تھا۔ہم سب کی نگاہیں اُس کے دروازے پر مرکوز تھیں، تھوڑی دیر بعد بھائی جان دروازے سے نمودار ہوئے، اور مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہاتھ ہلا کر دوبارہ اندر چلے گئے۔تھوڑی دیر میں وہ باہر آئے تو اُنہوں نے ہماری دادی صاحبہ کو اپنے بازوؤں میں اُٹھایا ہوا تھا۔اور اس طرح حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کی ایک بڑی پریشانی رفع ہوئی۔

بھائی جان اپنے ساتھ جتنی کتابیں ہوائی جہاز میں لا سکتے تھے، وہ تو لے آئے تھے، لیکن سارا ذخیرہ پانی کے جہاز ہی سے آسکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ صورت پیدا فرمائی کہ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے ایک خصوصی شاگرد حضرت مولانا نوراحمد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) جو برما کے ضلع اکیاب سے تعلق رکھتے تھے، تعلیم کی غرض سے دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تھے، ان کا حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، سے خصوصی تعلق تھا۔حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے چونکہ پاکستان کی تحریک میں شمولیت اختیار کرلی تھی، اور انہیں دارالعلوم میں رہتے ہوئے کسی سیاسی جدوجہد میں شریک ہونا منظور نہیں تھا، اس لئے وہ اپنے شیخ حضرت حکیم الامت تھانوی، قدس سرہ، کے ایماء پر دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہوچکے تھے۔حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ کو چونکہ حضرت والد صاحبؒ سے خصوصی تعلق تھا، اس لئے وہ غالبًا خارجی اوقات میں حضرت والد صاحبؒ سے کچھ کتابیں بھی پڑھتے تھے، اور بکثرت اُن کی خدمت اور صحبت میں رہا کرتے تھے۔وہ

حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے پاکستان چلے جانے سے بہت مغموم تھے، اور خود بھی پاکستان آنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مہم جوئی اور محنت ومشقت کے کام نہایت پھرتی سے کرنے کا بڑا ذوق عطا فرمایا تھا۔ اُنہوں نے یہ کام اپنے ذمے لیا کہ وہ یہ کتابیں پانی کے جہاز سے پاکستان لے کر آئیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اوران کے ذریعے یہ کتب خانہ کراچی منتقل ہوگیا، اُن کے ساتھ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے اپنے بھانجے جناب فخر عالم صاحب (مرحوم) کو بھی جہاز سے بلوالیا جو والدین کی وفات کے بعد ہماری دادی صاحبہ مرحومہ کے زیر پرورش تھے، مگر ان کے پاکستان آنے کی وجہ سے دیوبند میں اپنی خالہ کے پاس رہ گئے تھے، اور ان کی جدائی کی وجہ سے ہماری دادی صاحبہ بہت بے چین تھیں۔ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے مناسب سمجھا کہ حضرت مولانا نور احمد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے ساتھ انہیں بھی بلوالیں۔ چنانچہ وہ بھی بحری جہاز سے ان کے ساتھ آگئے۔

میری تعلیم کا آغاز

حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی، رحمۃ اللہ علیہ، کا کراچی میں اپنا گھر تو کوئی نہیں تھا، لیکن جمشید روڈ کی عامل کالونی میں مسلم لیگ کے ایک لیڈر ایس ایم قریشی صاحب مرحوم کا ایک بنگلہ تھا جس کے بارے میں انہوں نے فرمائش کی تھی کہ حضرتؒ اس میں قیام فرمائیں۔ چنانچہ حضرتؒ اُسی میں مقیم تھے، اور حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کراچی آنے کے بعد نوزائیدہ ملک کے مسائل پر مشوروں کیلئے بکثرت اُن کے گھر جایا کرتے تھے، اور حضرتؒ کی دعاؤں کیلئے اکثر مجھے بھی ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ میں قاعدۂ بغدادی ایک خوبصورت سے جُزدان میں رکھ کر حضرتؒ کے سامنے بیٹھا تھا، اور غالب گمان یہ ہے کہ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، اُس وقت مجھے حضرتؒ سے بسم اللہ کرانے کیلئے لیگئے تھے۔

ادھر حضرت مولانا احتشام الحق صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے جیکب لائن میں ایک مسجد بنائی تھی جس کی چھت اُس وقت ٹین کی چادروں کی تھی، اور اُسی کے ساتھ اُن کا مکان بھی تھا۔ اس مسجد میں اُنہوں نے ایک چھوٹا سا مدرسہ بھی قائم کرلیا تھا جس میں قرآن کریم حفظ وناظرہ کی تعلیم ہوتی تھی۔ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے میرے بڑے بھائیوں کو تو اُس مدرسے میں داخل کردیا تھا جہاں برادر محترم جناب محمد ولی رازی صاحب قاری محمد زکریا صاحبؒ کے پاس اور حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی جناب حافظ نذیر احمد صاحبؒ کے پاس حفظ کرتے تھے۔ میری کمسنی کی وجہ سے حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے مجھے اُس

وقت وہاں باقاعدہ داخل کرنے کے بجائے گھر پر ہی حضرت مولانا نوراحمد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، سے قاعدہ بغدادی پڑھوانا شروع کردیا تھا۔

ابھی قاعدہ ختم نہیں ہوا تھا، بلکہ اُس کا خاصا حصہ باقی تھا کہ دیوبند سے ایک خط کے ذریعے یہ معلوم ہوا کہ میری ایک بھانجی نے (جو مجھ سے ایک سال عمر میں بڑی تھیں) الف لام میم کا پارہ شروع کردیا ہے، میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ حضرت مولانا نوراحمد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، مشکل سے مشکل کام کو تیز رفتاری سے انجام دینے کے عادی تھے۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ میری تقریباً ہم عمر بھانجی نے دیوبند میں الف لام میم کا پارہ شروع کردیا ہے، تو اُنہوں نے فرمایا کہ تم قاعدہ کافی پڑھ چکے ہو، اب تمہیں عم کا پارہ شروع کروادیتے ہیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ قاعدہ ختم کرنے سے پہلے ہی میں نے عم کا پارہ شروع کردیا۔ حضرت مولانا نوراحمد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، اس طرح مجھے ناظرہ قرآن کریم پڑھاتے رہے، یہاں تک کہ میرے سات پارے مکمل ہوگئے۔ اس موقع پر اُنہوں نے فرمایا کہ اب تمہیں لفظوں کی پہچان ہوگئی ہے، اس لئے باقی قرآن کریم تم خود روزانہ پڑھ لیا کرو، اور اُس کے بعد اُنہوں نے مجھے بہشتی زیور کے اردو قاعدے سے سرسری گذار کر "بہشتی گوہر" شروع کرادیا۔

مجھے یاد ہے کہ جب میں نے "بہشتی گوہر" شروع کیا تو اُس کا پہلا جملہ یہ تھا کہ "یہ عالم شروع میں ناپید تھا" اس میں "ناپید" کا مطلب سمجھنے میں مجھے کافی دشواری پیش آئی، اور میں اُس کا مطلب سمجھنے کے لئے اپنے استاذ سے کافی جرح کرتا رہا۔ بہر کیف! ابھی اس کے کچھ ہی سبق ہوئے تھے کہ حضرت مولانا احتشام الحق صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے اپنے مدرسے میں کتابوں کی تعلیم بھی شروع کروادی، اور رفتہ رفتہ یہاں باقاعدہ درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہوگیا، جہاں حضرت مولانا بدر عالم صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، جیسے اکابر نے بھی درس دیا، اور شاید کچھ عرصہ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے بھی، اور حضرت مولانا نوراحمد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، وہاں تعلیم دینے میں مصروف ہوگئے، اس لئے میں نے "بہشتی گوہر" اور "سیرت خاتم الانبیاء" کے کچھ حصے اپنی والدہ ماجدہ، رحمۃ اللہ علیہا، سے پڑھنے شروع کردیئے اور اب یاد نہیں کہ کتنا حصہ کس سے پڑھا، اور یہی میری اردو زبان کی تعلیم کی کل کائنات تھی۔ ان دو کتابوں کے علاوہ میں نے اردو سیکھنے کیلئے کوئی اور کتاب نہیں پڑھی۔

دوسری طرف میں روزانہ قرآن شریف اپنے طور پر پڑھتا رہتا تھا۔ میں قرآن شریف کو تکیہ پر رکھ کر

چارپائی پر بیٹھتا، اور روزانہ اُس کا کچھ حصہ پڑھ لیتا تھا، اور کبھی کبھی اپنی والدہ صاحبہؒ یا گھر کے کسی اور فرد کو سنا بھی دیتا تھا، یہاں تک کہ اسی طرح خود پڑھ پڑھ کر ایک صبح الحمدللہ ناظرہ قرآن کریم کی تکمیل ہوگئی۔

میں دیکھتا تھا کہ جب بچوں کا قرآن کریم ناظرہ یا حفظ مکمل ہوتا، تو عموماً اُس کیلئے باقاعدہ تقریب منعقد ہوتی تھی، جسے "آمین" کی تقریب کہا جاتا تھا، اور بسا اوقات مٹھائی تقسیم کرکے خوشیاں منائی جاتی تھیں، لیکن میں نے قرآن کریم ناظرہ کی تعلیم اس طرح مکمل کی کہ جس دن میری یہ "خودکار" پڑھائی مکمل ہوئی، اُس دن کسی کو پتہ بھی نہیں تھا کہ آج میرا قرآن کریم ختم ہو رہا ہے۔ مجھے اپنے دل کی یہ حسرت اب تک یاد ہے کہ میں نے اکیلے کمرے میں آخری آیات پڑھ کر قرآن شریف بند کردیا، نہ کوئی دیکھنے والا تھا، نہ سننے والا، نہ کوئی تقریب تھی، نہ کوئی اجتماع۔

آخرکار میں نے حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کو بتایا کہ آج میرا قرآن کریم پورا ہوگیا ہے، تو وہ بہت خوش ہوئے، اور انہوں نے مجھے انعام دینے کے لئے میرے دو بڑے بھائیوں (مولانا محمد ولی رازی اور حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہما) کو بازار بھیجا۔ میں اپنے گھر کی بالکنی میں کھڑا اُن کی واپسی کا شدت سے انتظار کرتا رہا، یہاں تک کہ وہ دُور سے مجھے آتے نظر آئے، تو اُن کے ہاتھ میں ایک نیلے رنگ کی کھلونے والی گاڑی تھی جس سے وہ خود بھی راستے میں محظوظ ہوتے آرہے تھے۔ اُسے پاکر میری خوشی کا کچھ ٹھکانا نہیں تھا۔ وہ ایک معمولی سی مگر خوبصورت گاڑی تھی (اُس وقت تک شاید خودکار گاڑیاں نہیں چلی تھیں) لیکن وہ میرے لئے کائنات کی بڑی دولت تھی۔ اب احساس ہوتا ہے کہ انسان اپنی فانی زندگی کے ہر مرحلے میں جن چیزوں سے دل لگاتا آیا ہے، اگلے مرحلے میں اُس پر ہنسی آتی ہے، یہاں تک کہ ایک وقت وہ آنے والا ہے جب یہ ساری زمین، جائیداد اور روپے پیسے کے ڈھیر کھلونوں سے زیادہ بے حقیقت معلوم ہونگے:

بدنامئی حیات دو روزے نہ بود بیش
آں ہم بتو کلیم چہ گویم چساں گذشت

یک روز وقفِ بستنِ دل شود بہ این و آں
روز دگر بہ کندنِ دل زین و آں گذشت

بہرحال! اس طرح میری تعلیم کا آغاز ہوا۔

☆☆☆

حضرت مولانا سحبان محمود صاحب، رحمۃ اللہ علیہ
سابق شیخ الحدیث وناظم اعلیٰ جامعہ دارالعلوم کراچی

خود احتسابی

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ... اما بعد!

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنه قال: الکیّس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت.

بخاری شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عقلمند اور محتاط آدمی وہ ہے جو اپنی ذات کا احتساب کرتا رہے اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لئے (اسی دنیا میں) عمل کرتا رہے۔

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقل و دانش اور حزم و احتیاط معلوم کرنے کے لئے دو چیزوں کو معیار قرار دیا ہے۔ ایک خود احتسابی اور دوسری اپنی آخرت کو پیش نظر رکھ کر دنیا میں عمل کرنا۔ خود احتسابی کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ذات اور ذات سے متعلق تمام اعمال وافعال، اخلاق و کردار اور اقوال و گفتار کا جائزہ لیتے رہنا یعنی اپنی ذات سے متعلق ان تمام امور کا محاسبہ کرتے رہنا کہ ہمارا عمل، ہمارے اخلاق اور ہماری بات چیت کس انداز کی ہے؟ اچھی ہے یا بُری، نیکی ہے یا بدی، اعلیٰ ہے یا ادنیٰ، عبادت ہے یا نافرمانی اور گناہ ہے یا ثواب، اس حدیث سے تو صرف اتنا معلوم ہوا کہ خود احتسابی عقلمندی کا کام ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں، کیونکہ جس شخص کی زندگی غیر منظم احتساب وجائزہ کے بغیر گزرتی ہے وہ اپنی زندگی سے کوئی قابل ذکر کام نہیں لے سکتا۔ دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تاکید کے ساتھ اس کا حکم دیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ: حاسبوا قبل ان تحاسبوا۔ یعنی اس سے پہلے کہ روز قیامت میں تم سے حساب لیا جائے تم اپنا حساب خود لے لو یعنی اپنا احتساب کرلو، اور اس میں جو کچھ خامیاں نظر آئیں ان کو درست کرلو اور جو ٹھیک ٹھاک حساب ہو اس پر اللہ کا شکر ادا کرو۔

خود احتسابی کے بغیر نہ دنیا میں ترقی ونفع حاصل ہوسکتا ہے نہ آخرت میں، اگر کوئی تاجر اپنا تمام سرمایہ تجارت میں لگادے اور نفع ونقصان کا جائزہ نہ لے تو ایک دن ایسا آئے گا کہ اس کی تمام پونجی تباہ وبرباد ہوجائے گی اور وہ اصل سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا، لیکن اگر روزانہ یا ہفتہ وار یا ہر مہینہ وہ اپنے کاروبار کا اور اس میں نفع ونقصان کا جائزہ لے کر غور کرتا رہے کہ جن اقدامات سے نقصان ہوا ہے، ان سے آئندہ کے لئے

احتیاط کرے اور جن چیزوں سے فروغ ہوا ہے ان کو اور منظم انداز میں منصوبہ بندی کے ساتھ بروئے کار لائے تو اس کے کاروبار میں لامحالہ ترقی ہوگی۔ اس جائزہ کے مسلسل عمل سے وہ تمام اسباب سامنے آجاتے ہیں جو نفع ونقصان پیدا کرنے والے ہیں، اسی طرح ہر شخص کی زندگی اور عمر عزیز اس کا ایسا سرمایہ ہے جو ہر لمحہ برف کی طرح پگھل رہا ہے۔ جو قطرہ پگھل کر گر گیا وہ بیکار گیا اور اب وہ واپس نہیں آسکتا، جو لمحہ عمر عزیز کا گزر گیا وہ دوبارہ ہاتھ آنے والا نہیں، جائزہ لیتے رہنے سے کم از کم عمر تو برباد نہ ہوگی۔ اور جو شخص دنیا میں جائزہ لے کر قابل اصلاح چیزوں کی اصلاح کرتا رہے گا وہ آخرت میں بوقت حساب کبھی نادم نہ ہوگا۔

اسلام ہر مومن سے خود احتسابی کا عمل ایک تو مسلسل چاہتا ہے، لہذا اگر برسوں میں کوئی ایک آدھ مرتبہ یہ عمل کرلے تو اگرچہ یہ بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا لیکن اسلامی مقصود اس سے حاصل نہ ہوگا۔ دوسرے زندگی کے ہر شعبہ میں، ہر گوشہ میں اور ہر پہلو میں اِس عمل کو چاہتا ہے، خواہ نظریات وخیالات ہوں یا اعمال وافعال، معاشرتی پہلو ہوں یا اخلاقی، حرکات وسکنات ہوں یا بات چیت، تعلقات ہوں یا حقوق و فرائض، غرض اس زندگی کا ہر پہلو سے جائزہ لیتے رہنے کا حکم ہے۔

اعمال وافعال میں خود احتسابی کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ جب بھی کوئی کام کرنا ہو خواہ اس کا براہ راست تعلق دنیا سے ہو یا آخرت سے تو پہلے غور کرلیا جائے کہ اس عمل سے مجھے دنیا میں یا آخرت میں فائدہ پہنچے گا یا نقصان، اگر فائدہ نظر آئے تو اللہ پر توکل کر کے اس کام کو شروع کردیا جائے اور اگر نقصان معلوم ہو تو اس کو چھوڑ دیا جائے۔ یہی کیفیت گفتگو اور بات کرنے میں اختیار کی جائے اور اسی انداز سے اخلاق وکردار میں بھی طریقہ اپنایا جائے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ روزانہ شام کو تمام کاموں سے فارغ ہوکر تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جائیں اور دن بھر کے تمام اعمال وغیرہ کا جائزہ لینا شروع کردیں، اگر کوئی عمل اچھا نظر آئے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ اور اگر کوئی غلط کام سامنے آئے تو اس کی تلافی کی فکر کریں۔

سب سے زیادہ سنگین معاملہ گفتگو اور باہمی تعلقات کا ہے کیونکہ اکثر بے خیالی میں یا نادانستگی میں زبان سے ایسی باتیں نکل جاتی ہیں جو دوسرے کے لئے دلخراش اور تکلیف دہ ہوتی ہیں، خود احتسابی میں اس پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے، کیونکہ بعض ایسے نامناسب کلمات بھی صادر ہوجاتے ہیں جو ہماری تمام نیکیوں کو کھاجانے والے ہوتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بعض اوقات بندہ بے خیالی میں کوئی بات کہہ دیتا ہے لیکن یہی بات اس کو جہنم میں پہنچادیتی ہے۔

اسی طرح تعلقات اور حقوق و فرائض میں بھی اس جائزہ کے اندر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے کہ یہ حقوق العباد ہیں جن کا معاملہ بڑا نازک ہے۔ اس جائزہ میں غور کرنا چاہئے کہ ہمارے اوپر والدین کے، اہل وعیال کے، رشتہ داروں کے، پڑوسیوں کے اور مسلمان بھائیوں کے جو حقوق ہیں وہ ہم ادا کر سکے ہیں یا ان میں کوتاہی ہوتی ہے۔ اسی طرح ہمارے اوپر جو فرائض ہیں وہ ملازمت کے ہوں یا تجارت کے، صنعت و حرفت کے ہوں یا اجرت و مزدوری کے، ان کا بھی جائزہ اور محاسبہ ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک مومن جب اتنی چیزوں کا مسلسل جائزہ لے کر اچھے کاموں پر اللہ کا شکر اور کوتاہیوں سے استغفار اور تلافی کی فکر کرتا رہے گا تو اس سے بڑھ کر نہ کوئی اور دانشمند ہوگا اور نہ فلاح و کامیابی حاصل کرنے والا ہوگا، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو مسلسل خود احتسابی کا حکم دیا ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

گفتگو: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
ضبط وترتیب: ــــــــــــ محمد عمران کلیم ونجم الثاقب
از شرکاء دورۂ حدیث ــــــــــــ جامعہ دار العلوم کراچی

سفرِ مدینہ منوّرہ کی رُوداد

استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، دام اللہ ظلہم علینا، کے سفر نامے اس وقت تک تین مختلف کتابوں کی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ سفر نامے اپنی نوعیت کے لحاظ سے کئی خصوصیات کے حامل ہیں، جن میں مختلف شہروں اور ملکوں کی تاریخ کے علاوہ وہاں کے بزرگوں کے مآثر کا تذکرہ اوران کی تاریخِ دعوت وعزیمت کا بیان شامل ہے، ان میں اصلاح وموعظت کا پہلو غالب ہے۔ اندلس کے سفر نامے میں مسلمانوں کے شاندار ماضی کا تذکرہ مسلمانوں کو اپنے ماضی کی طرف پلٹ جانے کی دعوتِ فکر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ تاریخی مقامات اور قدرتی مناظر کی تصاویر قاری کے لئے دلچسپی کا سامان بھی فراہم کرتی ہیں۔ غرض ہر لحاظ سے یہ سفر نامے بہت سارے فوائد کے حامل ہیں۔

حال ہی میں حضرت والا مدظلہم کا مدینہ منورہ کا سفر ہوا، جس کے مختصر حالات حضرت والا نے جامعہ دار العلوم کراچی کی دورۂ حدیث کی درسگاہ میں دورانِ درس ذکر فرمائے جو کہ بہت سی مفید باتوں پر مشتمل ہیں، خصوصاً والدین کی خدمت کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کا تذکرہ ہے، ان باتوں کو افادۂ عام کے لئے ذکر کیا جارہا ہے۔۔۔۔۔۔(ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم . الحمد للہ رب العلمین ، والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ، امابعد !

امید ہے ان شاء اللہ آپ حضرات کے امتحان خیریت سے ہوگئے ہوں گے۔ الحمد للہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس موقع پر مجھے مدینہ منورہ حاضری کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا کچھ مجھ پر خاص فضل وکرم ہے کہ ہر دوسرے تیسرے مہینے حرمین شریفین میں سے کسی ایک جگہ پر حاضری کی توفیق مل جاتی ہے۔ میں آپ کو ایک

واقعہ سناؤں، ان شاء اللہ وہ بھی مفید ہوگا۔ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، جس زمانہ میں بیمار تھے، دل کی تکلیف ہوئی تھی، کچھ اور بھی عوارض تھے جن کی وجہ سے ہمیشہ بستر پر رہتے تھے۔ اسی بستر پر رہنے کی حالت میں "معارف القرآن" کی تالیف بھی کرتے رہتے تھے۔ میں نے اپنا دفتر کا کمرہ ان کے کمرے کے متصل بنالیا تھا، تاکہ ہر وقت ان کی کوئی ضرورت ہو تو پوری کرسکوں۔ مجھے حرمین شریفین حاضر ہونے کی تمنا تو تھی اور حاضر ہوئے تقریباً دس سال ہوگئے تھے۔ دس سال میں جانے کا کوئی موقع نہیں ملا تھا، تو اس زمانہ میں مجھے ایک صاحب نے حجِ بدل کی پیشکش کی کہ حج کا موسم آرہا ہے، آپ میری طرف سے حج کرلیں۔ تو دل میں جانے کا کچھ داعیہ پیدا ہوا۔ الحمدللہ والد صاحب کی طبیعت کوئی بہت زیادہ ناساز نہ تھی۔ دوسرے بھائی بھی خدمت کرنے کے لئے موجود تھے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ آپ حج کرکے آجائیں اور پھر اپنی خدمت اسی طرح سے جاری رکھیں۔ میں نے حضرت والد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے ذکر کیا کہ ایک حج بدل اس طریقہ سے آیا ہے، کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: بھئی! یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے تم اگر جانا چاہو تو چلے جاؤ۔ الحمدللہ میں اپنا حج پہلے ہی حضرت والد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ کرچکا تھا۔ میں سوچتا رہا کہ کیا کروں؟ ایک طرف حج کی خواہش تھی اور دوسری طرف حضرت والد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو اس حالت میں چھوڑ کر جانا بھی مجھے بھاری معلوم ہوتا تھا، شاید استخارہ بھی کیا تھا، اس کے بعد میرا دل حج پہ جانے کے لئے مطمئن نہیں ہوا۔ کچھ دن کے بعد حضرت والد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے پوچھا کہ بھئی تمہارے حجِ بدل کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے تو ارادہ ملتوی کردیا ہے۔ فرمایا: کیوں؟ تو میرے منہ سے یہ جملہ نکلا کہ "ہمارا حج وغیرہ تو یہیں آپ کے پاس ہے۔" حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، میری اس بات سے بہت خوش ہوئے، اور فرمایا: تم نے صحیح فیصلہ کیا اور ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ تمہیں اتنا لے جائیں گے کہ لوگ رشک کریں گے۔ اس کے بعد حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کی وفات ہوگئی۔ وفات کے بعد سے آج تک کوئی سال ایسا نہیں گذرا جس میں دو یا تین مرتبہ کم از کم حاضری نہ ہوئی ہو۔ اب صورتحال یہ ہے کہ میرے وہاں کچھ اداروں سے تعلقات ہوگئے ہیں، اس کی وجہ سے ہر دوسرے تیسرے مہینے حاضری ہوتی رہتی ہے۔ پچھلے دنوں دو تین مہینے بیماری کی وجہ سے سفر پہ نہیں جاسکا تھا، اس میں بھی دو مرتبہ مکہ مکرمہ حاضر ہونے کی توفیق ہوئی، لیکن اب میں یہ کوشش کرتا ہوں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں حاضری ہوجائے، دوسری مرتبہ مدینہ طیبہ میں۔

مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تقریباً آٹھ مہینے ہوگئے تھے۔ آٹھ مہینے سے حاضری نہیں ہوئی تھی، اس انتظار میں تھا کہ ششماہی امتحان آجائے تو اس وقت فراغت کا وقت ہوگا۔ اس وقت اطمینان سے حاضر ہوں گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا انتظام کردیا۔ عین اسی زمانہ میں مجھے دعوت آئی اور الحمدللہ وہاں جانے کا موقع ملا۔ وہ جو میری بیماری چل رہی تھی، اس کے کچھ نہ کچھ اثرات باقی تھے۔ اب بھی کبھی ظاہر ہوجاتے ہیں۔ لیکن مدینہ طیبہ میں ایسا معلوم ہوا کہ میں کبھی بیمار تھا ہی نہیں!! الحمدللہ اس کی وجہ سے اطمینان کے ساتھ عافیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے رہنے کا موقع عطا فرمایا۔

اس دوران ایک تو سب سے بڑی نعمت وہاں کی حاضری ہے، اس کے علاوہ پچھلی مرتبہ ایسا ہوا تھا، وہاں کا جو "محکمۃ القضاء" ہے۔ بڑی عدالت ہے۔ اس کے کچھ قاضی حضرات نے مجھ سے یہ فرمائش کی تھی کہ آپ ہمیں یہاں عدالت میں آکر بخاری شریف کی کتاب القضاء پڑھائیں۔ اگرچہ میں جب حرمین شریفین جاتا ہوں تو عام طور سے بس میرا قیام اور میرا آنا جانا ہوٹل اور ہوٹل سے حرمین ہوتا ہے۔ کہیں دور میں نہیں جاتا۔ لیکن انہوں نے اس انداز سے فرمائش کی کہ میں رد نہ کرسکا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے، مغرب کے بعد ان شاء اللہ میں وہاں آؤں گا۔ اسی دوران مسجد نبوی کے امام شیخ احمد طالب صاحب کو کسی نے بتادیا کہ وہاں پر کتاب القضاء پڑھائیں گے تو وہ بھی آگئے اور درس میں شریک ہوئے۔ اس درس کے بعد انہوں نے فرمائش کی کہ میں چاہتا ہوں کہ مسند احمد کی ثلاثیات ہم آپ سے پڑھیں۔ اس کا انتظام انہوں نے مغرب کے بعد ائمہ حرمین کے اس کمرہ میں کیا، جہاں سے ائمہ نماز پڑھانے کے لئے آتے ہیں۔ چنانچہ میں نے پھر ان کو وہاں مسند احمد کی ثلاثیات قراءۃً وروایۃً پڑھائیں اور اجازت بھی دی۔ پھر اس کے نتیجہ میں امام کے ساتھ باہر آنا ہوا اور امام کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے صفِ اول میں نماز نصیب فرمائی۔ دیگر کئی ائمہ سے ملاقات بھی ہوئی۔ پچھلی مرتبہ درسِ قضاء کے اندر جو لوگ شریک تھے ان میں سے کچھ حضرات وہ تھے جو كلية المسجد النبوی کے (جو کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے ملحق بھی ہے) کے اساتذہ تھے، پچھلی مرتبہ انہوں نے مجھے اپنے کلیۃ الشریعۃ میں بھی دعوت دی تھی۔ اور مجھ سے "شرح عقود رسم المفتی" پڑھی تھی۔ اس میں بھی شیخ احمد طالب موجود تھے۔

اس مرتبہ جب میں پہنچا تو "كلية المسجد النبوی" کے اساتذہ نے پھر دوبارہ یہ فرمائش کی کہ ہم نے آپ کی کتاب "اصول الافتاء و آدابہ" خریدی ہوئی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں وہ پڑھائیں۔ میں نے کہا: بھائی! میں تو یہاں حرم شریف کے لئے آتا ہوں۔ مجھے کہیں باہر جانا اچھا نہیں لگتا۔ انہوں نے کہا: چند دن دے دیں۔ اور انہوں نے اس طرح فرمائش کی کہ میں اس کو بھی رد نہ کرسکا، اور چار دن "اصول

الافتاء" کا درس کلیة المسجد النبوی میں ہوا۔ اسی دوران شیخ علی حذیفی جو وہاں کے بڑے امام ہیں، ان سے ملاقات کا وقت طے ہوا۔ میں چاہتا تھا ان کو اپنی کچھ کتابیں پیش کروں تو "فتح الملہم" کا ایک نسخہ، اور "فقه البیوع" اور "بحوث فی قضایافقهیة معاصرة" ان کو پیش کیں۔ اس کے بعد پھر دوسرے امام ہیں جناب حسین آل الشیخ، دوسرے تیسرے دن ان سے ملاقات ہوئی اور ان کو بھی میں نے اپنی کتابیں ہدیۃً پیش کیں۔ انہوں نے بہت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ میں اس بات پر بڑا خوش ہوا کہ حضرت حسین آل الشیخ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ، جن کی طرف منسوب کر کے بعض لوگ ہمیں وہابی کہتے ہیں، ان کے خاندان سے ہیں، پوتے یا پڑپوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات کے حامل بھی ہوں گے، جب میں نے ان سے "المدوّنة الجامعة" کا ذکر کیا تو اس پر انہوں نے غیر معمولی مسرت کا اظہار کیا اور کہا: ایسا کام تو آج تک دنیا میں کبھی نہیں ہوا، جو آپ کر رہے ہیں۔ پھر انہوں نے ایک بات ایسی کہی کہ جس سے معلوم ہوا کہ ان کے مسلک ومزاج میں بڑا اعتدال ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حنفیہ کی کتابیں پڑھی ہیں۔ حنفیہ کو عام طور سے لوگ "اصحاب الرأی" کہتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں، میں نے دیکھا کہ حنفیہ کی کتابوں میں بہت سی ایسی حدیثوں کے حوالے آئے ہیں، جو ہمیں دوسری کتابوں میں نہیں ملتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا استناد بھی کسی نہ کسی حدیث کی طرف ہوتا ہے۔ اسی واسطے ان کی کتابوں میں جو حدیثیں آتی ہیں، وہ بھی اگر آپ جمع کریں تو بہت اچھا ہوگا۔ تاکہ حنفیہ کے مستدلات بھی جمع ہو جائیں۔ اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی، الحمدللہ ان سے ملاقات بھی مفید اور بہت اچھی رہی۔ میں نے ان کو اپنی کتابیں پیش کیں تو انہوں نے کہا: میں پہلے سے "فتح الملہم" سے واقف تھا۔ آپ کی "بحوث فی قضایا فقهیة معاصرة" کو بھی میں جانتا ہوں کہ آپ نے مجمع الفقہ الاسلامی میں جو مقالات پیش کئے ہیں، یہ ان کا مجموعہ ہے، آپ ابھی تک اس کے رکن بھی چلے آرہے ہیں۔

اس کے علاوہ وہاں جامعہ طیبہ میں "کلیة المسجد النبوی" کے اساتذہ نے گذشتہ چھ ماہ سے "المعاییر الشرعیه" کا دورہ شروع کر رکھا تھا۔ اس کا آخری دن تھا، انہوں نے بہت ہی محبت کے ساتھ یہ کہا: ہماری خوش نصیبی ہے کہ اس وقت آپ آئے ہوئے ہیں۔ جامعہ طیبہ میں آخری درس آپ کا ہو جائے، چونکہ جس "المجلس الشرعی" کے یہ معاییر تیار کئے ہیں، آپ اس کے صدر ہیں۔ اگر یہ دورہ صدر مجلس کی طرف سے ختم ہو جائے تو ہمیں بڑی خوشی ہوگی۔ میں عشاء کے بعد وہاں گیا۔ میں نے کہا بشرطیکہ آپ بہت مختصر وقت رکھیں، زیادہ لمبا نہ رکھیں، وہاں پر بھی ماشاء اللہ تمام جامعہ اسلامیہ کے اساتذہ، جامعہ طیبہ کے

ان کو آخری درس

اساتذہ، جدہ سے آئے ہوئے بہت علماء اور مکہ مکرمہ سے آئے ہوئے علماء وہاں موجود تھے۔ان کو آخری درس دیا۔الحمدللہ اس کا بھی بہت اچھا اثر ہوا۔اللہ تعالیٰ کا میں شکر ادا کرتا ہوں کہ اس کے فضل وکرم سے یہ ایام بہت ہی خوشگوار اور وقت بہت ہی پر لطف گزرا۔طبیعت بھی بالکل اچھی رہی۔الحمدللہ کوئی شکایت نہیں ہوئی۔

(حضرت والا دامت برکاتہم کے اس سفر نامے سے مجموعی سبق تو یہی ملتا ہے کہ والد کی خدمت کے بدلے حج پر نہ گئے اور پھر اللہ کی طرف اس کا ایسا انعام ملا کہ سال میں کئی مرتبہ حرمین کی حاضری ہوجاتی ہے اور حاضری کے ساتھ ساتھ دین کی دیگر خدمات اس پر مستزاد۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ حضرت کا سایہ ہم پر تادیر بعافیت قائم ودائم رکھے، حضرت ہی سے ہمیں پورا پورا استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔آمین۔)

ملاقات کا اسلامی طریقہ

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلرَّجُلُ مِنَّا يَلْقِيُ أَخَاهُ أَوْ صَدِيْقَهُ أَيَنْحَنِيُ لَهُ؟ قَالَ: لَا قَالَ أَفَيَلْتَزِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ قَالَ لَا، قَالَ أَفَيَأْخُذُ بِيَدِهٖ وَيُصَافِحُهُ قَالَ نَعَمْ. قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ بَابُ الْمُصَافَحَةِ).

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی یا اپنے دوست سے ملاقات کرتا ہے تو کیا اُس کے لیے جُھک جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا اس سے چمٹ جائے اور اُسے بوسہ دے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ کیا اس کا ہاتھ تھام کر اس سے مصافحہ کرے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔

(مشکوۃ المصابیح)

خطاب: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
ضبط وترتیب ــــــــــــ: مولانا یوسف حسین گجراتی

لیاقت نیشنل ہاسپٹل کی جدید مسجد کے افتتاحی جمعہ سے خطاب

۲۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ (۱۶ر فروری ۲۰۱۸ء) لیاقت نیشنل ہسپتال کی نئی مسجد کے افتتاحی جمعہ کے مبارک وپُرمسرت موقع پر مسجد کی انتظامیہ نے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کو مدعو کیا، جہاں حضرت والا مدظلہم نے تعمیر مسجد کے فضائل اور اس کے حقیقی مقصد یعنی مسجد کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے آباد کرنے اور دین کی کامل اتباع کے موضوع پر جامع اور پُر مغز خطاب فرمایا، افادۂ عام کے لئے یہ خطاب ہدیۂ قارئین ہے۔ــــــــــــــــــــــــــــــــادارہ

خطبۂ مسنونہ کے بعد درج ذیل آیات تلاوت کرنے کے بعد فرمایا:

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیتِ وَاِسْمٰعِیلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیعُ الْعَلِیمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُسْلِمَۃً لَکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ آمَنْتُ بِاللہِ صَدَقَ اللہُ الْعَظِیْمُ۔

میرے انتہائی قابل احترام بزرگو بھائیو دوستو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ میرے لئے بہت ہی مسرت اور سعادت کا موقع ہے کہ آج لیاقت نیشنل ہسپتال کی اس جدید اور توسیع شدہ مسجد کے پہلے جمعہ میں یہاں کے ارباب بست وکشاد نے حاضری کی سعادت بخشی، اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے، اور میں اس پُرمسرت موقع پر اُن حضرات کو تہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں جنہیں اس خوبصورت اور پائیدار مسجد میں حصہ لینے کی سعادت عطا ہوئی، اوران کو یہ خوشخبری

سنانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (التوبة : ۱۸)

اللہ کی مسجدوں کی تعمیر وہ کرتا ہے جس کا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہوتا ہے۔

گویا مسجد کی تعمیر میں کسی بھی قسم کا حصہ لینا ایمان کی علامت ہے، چاہے وہ کوشش کے ذریعہ ہو یا چندہ کے ذریعہ ہو یا اپنے ہنر کا مظاہرہ کرنے کے ذریعہ ہو یا جس طرح بھی کوئی شخص مسجد کی تعمیر میں حصہ لیتا ہے تو قرآن نے اسے یہ سرٹیفکیٹ دیا کہ وہ شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا ہے، اس لئے اس عظیم سعادت پر میں ان سب حضرات کو مبارک باد پیش کرتا ہوں جنہوں نے اس کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کیا اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم خدمت کو ان کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے، ذخیرۂ آخرت بنائے اور ان کی اس محنت کو شرف قبول عطا فرمائے۔

وقت مختصر ہے اور زیادہ تفصیل کا موقع نہیں، لیکن اس موقع پر مجھے حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے اس واقعہ کا خیال آیا جسے قرآن کریم نے بیان کیا، کہ اس روئے زمین پر قرآن کریم کے مطابق اللہ تعالیٰ کے نام پر جو سب سے پہلا گھر تعمیر کیا گیا وہ بیت اللہ شریف ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا (آل عمران . ۹۶)

کہ سب سے پہلا گھر جو اللہ کے نام پر تعمیر ہوا وہ مکہ میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے برکتوں کا مرکز بنایا ہے۔

اور قرآن کریم نے اس عظیم الشان گھر کی تعمیر کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ ہم سب کے لئے بہت بڑا سبق اور عظیم نصیحت ہے، جو آیتیں میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے بڑے پیارے انداز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرٰهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمٰعِيلُ (البقرة : ۱۲۷)

کہ اس وقت کو یاد کرو اور ذرا اس وقت کا تصور کرو جب ابراہیم خلیل اللہ بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسماعیل بھی ان کے ساتھ تھے۔

اللہ تعالیٰ ان آیات میں ساری آنے والی نسلوں کو یہ دعوت دے رہے ہیں کہ وہ کیا وقت تھا اور عظیم ساعت تھی جس میں ابراہیم بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسماعیل بھی ان کے ساتھ تھے اور یہ اتنا تاریخی کارنامہ تھا کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے پوری زمین کے درمیان میں ایک مقناطیس نصب

کردیا گیا ہے کہ جس کے بعد اس وقت سے لے کر آج تک دنیا کے چاروں اکناف عالم سے انسانوں کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔

میں کچھ دن قبل وہیں تھا تو اس بات کا مشاہدہ کیا کہ مردوں کیلئے طواف کرنا بہت مشکل ہے، جو لوگ حالت احرام میں ہوتے ہیں وہی کر سکتے ہیں، باقی نفلی طواف کرنا آج کل مشکل ہے، لیکن ایسا لگتا ہے کہ زمین سے انسان ابل رہے ہیں، آسمان سے ٹپک رہے ہیں اور ہجوم اور رش کا یہ عالم ہے کہ گویا کھوے سے کھوا چھل رہا ہے، یہ کشش اللہ تعالیٰ نے بطور خاص اس گھر کو اس طرح عطا فرمائی کہ اس گھر کو اپنی طرف منسوب کیا اور فرمایا کہ یہ میرا گھر ہے حالانکہ اس میں نہ تو کوئی بہت زیادہ ظاہری شان وشوکت ہے، نہ کوئی بہت زیادہ خوبصورتی کا کوئی شاہکار ہے، نہ اس کے آرکیٹکچر میں کوئی بڑا اونچا مقام ہے، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ یہ میرا گھر ہے تو اب اس کی شان وشوکت، عظمت ورفعت اور اس کی حسن وخوشنمائی دنیا کی ساری عمارتوں سے بالاتر ہوگئی۔

ذرا غور کیجئے کہ حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام اتنا عظیم الشان اور تاریخی کارنامہ انجام دے رہے ہیں، لیکن قرآن کریم اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ اتنا عظیم المرتبت کارنامہ انجام دینے کے باوجود نہ ان کو کسی قسم کی بڑائی کا خیال ہے، نہ ان کی گردن تنی ہوئی ہے، نہ سانس پھولا ہوا ہے اور نہ ہی کوئی سینہ تنا ہوا ہے کہ ہم کوئی کارنامہ انجام دے رہے ہیں بلکہ ساتھ میں یہ فرماتے جاتے ہیں:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (البقرة: ۱۲۷)

کہ اے ہمارے پروردگار! ہم سے (یہ خدمت) قبول فرمالے، بیشک آپ ہی ہر ایک کی سننے والے اور ہر ایک کو جاننے والے ہیں۔

اور فرمایا رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ کہ اے ہمارے پروردگار! ہم دونوں کو اپنا مکمل فرماں بردار بنالے، یعنی اے اللہ! ہم یہ خدمت تو انجام دے رہے ہیں مگر ہماری یہ خدمت اسی وقت کارآمد ہوگی جب ہم آپ کے تابع دار بن جائیں، وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ اور ہماری نسل سے بھی ایسی امت پیدا فرما جو تیری پوری تابع دار ہو۔ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا اور ہمیں اپنی عبادت کے طریقے سکھا دیجئے کہ ہم آپ کی عبادت کس طرح کریں، وَتُبْ عَلَيْنَا اور چوں کہ ہم آپ کی عبادت کا صحیح حق ادا کرنہیں کرسکتے اور جس مقام کی عبادت کرنی چاہیے اس مقام کی عبادت کرنے کے اہل نہیں ہیں۔ لہٰذا ہماری اس عبادت میں کچھ کوتاہی ہو تو ہمیں معاف بھی فرمادیجئے گا، اور ہماری مغفرت بھی فرمادیجئے إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ بیشک

آپ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والے اور بہت مہربان ہیں۔

یہ وہ الفاظ تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر کے وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے کہہ رہے تھے اور ساتھ ہی یہ دعا فرمائی:

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ (البقرة : ۱۲۹)

اور اے ہمارے پروردگار! ان میں ایک ایسا رسول بھی بھیجئے جو انہی میں سے ہو، جو ان کے سامنے تیری آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، اور ان کو پاک صاف بنادے۔

اور یہ خدمت اپنی بساط کی حد تک ہم نے کر تو دی ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ اسے قبول فرمالیجئے، دوسری بات یہ ہے کہ آپ اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنا تابع دار بنادیجئے، کیوں کہ مسجد تو ہم بنادیں مگر آپ ہمیں اپنا تابع دار نہ بنائیں تو ہمیں اس تعمیر کا صحیح معنی میں فائدہ حاصل نہ ہوگا، اور ساتھ ہی ساتھ ہم اپنی اولاد کی تابع داری کی بھی دعا کرتے ہیں، اور اے اللہ ! تابع داری میں جہاں کہیں غلطی ہوئی ہے اسے معاف فرمادیجئے۔

تو ان تین باتوں میں انسان کا پورا نظام عمل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیان فرمادیا کہ سب سے پہلا کام بندے کا یہ ہے کہ وہ اللہ کا تابع دار ہو، اس کے احکام کو ماننے والا اور فرائض کو پورا کرنے والا ہو اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان سے رکنے والا ہو، اور نہ صرف یہ کہ اپنے لئے بلکہ اپنی اولاد کے لئے بھی اللہ کی تابع داری اور فرمان برداری مانگے، بس! کوشش کرتا رہے اور جہاں کہیں غلطی ہوجائے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے۔

اللہ تعالیٰ نے دین کو اتنا آسان بنایا ہے کہ اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے پوری کوشش اور جدوجہد صرف کریں کہ خود بھی اللہ کے تابعدار بنیں اور اپنی اولاد کو بھی اللہ کا تابع دار بنائیں، اور اگر بشری تقاضے سے غلطی ہوجائے تو اس گناہ پر ڈھٹائی نہ ہو، بلکہ اس گناہ کو گناہ سمجھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ اور گریہ وزاری ہو اور رجوع کر کے کہہ دیں کہ اے اللہ ! مجھ سے غلطی ہوگئی، جو شخص بھی اس طرح اپنی زندگی گذارے گا تو قبر کی منزل تک آسانی سے پہنچ جائے گا۔

ہمارے ایک بزرگ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے درجے کے علماء کرام اور

اولیا اللہ میں سے تھے، ان کا ایک جملہ مجھے آج تک خوب یاد رہتا ہے، فرمایا کرتے تھے کہ یہ ایمان بڑی دولت ہے، اس کو بچا بچا کر قبر تک لے جاؤ، آگے جیت ہی جیت ہے، اور یہی ایمان ہے جس کی ایک علامت مسجد کی تعمیر بھی ہے۔

اور ایمان کو بچا بچا کر قبر تک لے جانے کا یہ معنیٰ ہے کہ اپنی پوری کوشش کرتے رہو کہ اس کی تابع داری میں زندگی گذرے اس کے حکم کے خلاف کوئی کام نہ ہو اور جہاں کہیں کوئی غلطی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے مرتے دم تک استغفار کا دروازہ کھولا ہوا ہے، لہٰذا فوراً استغفار کر لو۔

چنانچہ اگر کوئی بندہ مؤمن اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگتا ہے تو وہ گناہ اس کے نامہ اعمال سے مٹا دیا جاتا ہے، یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ اعمال نامہ میں Debit اور Credit کا عمل ہو رہا ہو کہ یہ نیکی آئی اور یہ گناہ آیا اور پھر نیکی آئی اور پھر گناہ آیا، اس طرح نہیں ہو رہا ہوتا بلکہ جو گناہ توبہ کی برکت سے معاف ہو گئے وہ نامۂ اعمال سے بالکل مٹا دئے جاتے ہیں تاکہ بروز قیامت شرمندگی نہ اٹھانی پڑے کہ گناہ اگرچہ معاف ہو گیا تھا لیکن پہلے کیا تو تھا لہٰذا وہ گناہ تمہارے سامنے موجود ہے، ایسا نہیں ہے بلکہ گناہ بالکل ختم کر دیا جاتا ہے۔

ہمارے ایک بزرگ نے ایک نوجوان سے کہا تھا کہ نہ جانے دین کو لوگوں نے اتنا مشکل سمجھا ہوا ہے، بس ایک کام کر لیا کرو کہ رات کو سونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر لیا کرو کہ اے اللہ! آج کی زندگی میں جو گناہ مجھ سے ہوا ہے کہ اسے معاف فرما دے، میں ارادہ کرتا ہوں کہ آئندہ کوئی گناہ نہ کروں گا، اب اگلے دن پوری کوشش کرو کہ گناہ نہ ہو، لیکن پھر بھی نفس سے مغلوب ہو کر گناہ کر لیا تو اب رات کو پھر توبہ کر لو، بس ایک کام کر لو کہ اپنی طرف سے تابع داری کی کوشش کرو اور جب کبھی غلطی ہو جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ سے استغفار کر لو، اگر اس طرح ہم زندگی گذار لیں گے تو ان شاء اللہ مساجد کے مقاصد بھی حاصل ہو جائیں گے۔

میں نے بذات خود اس مسجد میں کافی نمازیں پڑھی ہیں اور بہت دل چاہتا تھا کہ یہ مسجد اس طرح تعمیر ہو جائے کہ اس میں اطمینان کے ساتھ نمازوں کی ادائیگی ہو جائے، کیوں کہ پہلے جو مسجد تھی اس میں کچھ دشواری ہوا کرتی تھی، مگر اب اسے دیکھ کر دل مسرت سے باغ باغ ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مسجد کو اپنے ذکر وفکر اور عبادت سے آباد فرمائے، یہاں پر عام طور پر ایسے لوگ آتے ہیں جن کے مریض ہسپتال میں داخل ہوتے ہیں، ان کے دل ٹوٹے ہوئے ہوتے ہیں، انہیں پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں اور ان کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر رہا ہوتا ہے، میرے خیال میں کسی اور مسجد میں نمازیوں کا دل اللہ کی طرف اتنا متوجہ نہیں

ہوتا ہوگا جتنا کہ ہسپتال کی مسجد میں ان کا دل اللہ تعالیٰ سے لو لگائے ہوئے ہوگا تو ان شاء اللہ ان ٹوٹے ہوئے دلوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں کی برکت سے دوسرے لوگوں کو بھی اس کا عکس نصیب ہوگا اور اس کا فائدہ ہوگا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے لیاقت نیشنل ہاسپٹل کی اس عظیم مسجد کو مبارک فرمائے، آباد فرمائے اور یہاں پر آنے والوں کی دعائیں قبول فرمائے اور جو مریض اس ہسپتال میں داخل ہیں ان کو شفائے کامل عاجل مستمر عطا فرمائے ان کے تیمارداروں کو حوصلہ عطا فرمائے اور خصوصاً جو ڈاکٹرزان کی خدمت میں مصروف عمل ہیں، انہیں اخلاص عطا فرمائے اور ان کے ہاتھوں میں شفا عطا فرمائے اور انہیں دنیا وآخرت میں اس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ مریضوں کی خدمت از خود ایک عظیم عبادت ہے، کیونکہ خدمت خلق عظیم ترین عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العلمین۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

چند بڑے گناہ

زنا کرنے کا گناہ

زنا کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور شرعاً ممنوع ہونے کے علاوہ عقل اور طبیعت کے لحاظ سے بھی مذموم ہے، نیز اس میں آخرت کے گناہ اور مفاسد کے علاوہ بہت سی دنیوی خرابیاں بھی پائی جاتی ہیں، اس کے نتائج دنیا کے امن وامان کی بربادی اور نظامِ انسانیت کی تباہی کی شکل میں نکلتے ہیں، کیونکہ اس کی وجہ سے آپس میں لڑائی اور قتل وغارت گری کی نوبت آتی ہے، اس لئے کہ شریف انسان کے لئے اپنا مال وجائداد قربان کرنا اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا اپنی عزت پر کسی کی دست درازی برداشت کرنا مشکل ہوتا ہے، چنانچہ جن کی عزت پر حملہ ہوتا ہے وہ اپنی جان ومال کی پرواہ کئے بغیر زنا کرنے والے کے قتل کے درپے ہوجاتے ہیں اور اس طرح ادلے بدلے کی آگ نسل در نسل چلتی ہے جس سے خاندان کے خاندان تباہ ہوجاتے ہیں، اور دنیا میں جہاں کہیں بدامنی اور فتنہ وفساد ہوتا ہے اس کا اکثر وبیشتر سبب عورت یا مال ہوتا ہے۔ نیز اس میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ جس قوم میں زنا عام ہوجائے وہاں کسی کا صحیح نسب محفوظ نہیں رہتا۔ حاصل یہ کہ زنا انسانی معاشرہ کے لئے تباہ کاری کا ذریعہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اس سے بچنے کا حکم دوسرے گناہوں کے بچنے کے حکم سے زیادہ سخت ہے اور اس کی سزا بھی سخت ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

زنا کے قریب جانا بھی منع ہے

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَّسَآءَ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل : ۳۲)

ترجمہ: اور زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو، وہ یقینی طور پر بڑی بے حیائی اور بے راہ روی ہے۔

(آسان ترجمۂ قرآن: ۸۶۵/۲)

اسی طرح اس گناہ کی سزا بھی دوسرے گناہوں کی سزا سے شدت کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ

ارشاد فرماتے ہیں:

زنا کرنے والے مرد وعورت کی سزا

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (النور: ۲)

ترجمہ: زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں کو سو سو کوڑے لگاؤ، اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں اُن پر ترس کھانے کا کوئی جذبہ تم پر غالب نہ آجائے، اور یہ بھی چاہئے کہ مؤمنوں کا ایک مجمع اُن کی سزا کو کھلی آنکھوں دیکھے۔ (آسان ترجمۂ قرآن: ۲/۱۰۶۳)

زنا کی سزا چونکہ بہت سخت ہے اور اس کا احتمال ہے کہ سزا جاری کرنے والوں کو ان پر رحم آئے اور وہ سزا چھوڑ دیں یا کم کر دیں، اس لئے قرآنِ کریم نے زنا کی سزا بیان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ حکم بھی دیا کہ دین کے اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں مجرموں پر رحم اور ترس کھانا جائز نہیں۔ رحم دلی اور نرمی کا معاملہ کرنا اگرچہ فی نفسہٖ اچھی اور قابلِ تعریف چیز ہے لیکن مجرموں پر رحم کھانے کا نتیجہ ساری مخلوق کے ساتھ بے رحمی ہے، اس لئے مجرموں پر رحم کھانا ممنوع ہے۔ نیز اس آیت میں دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ زنا کی سزا جاری کرنے کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہئے۔ یہ حکم بھی خصوصیت کے ساتھ زنا کی سزا کے لئے بیان فرمایا، کیونکہ اسلام میں اگرچہ حدود کو منظرِ عام پر جاری کرنے کا طریقہ رائج ہے تاکہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو، لیکن ایک جماعت کے موجود ہونے کا حکم صرف زنا کی سزا میں بیان فرمایا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں فحاشی اور بے حیائی کی روک تھام کے لئے بہت سے احکام اور پابندیاں ہیں، اور پھر جس شخص سے ان احکام میں کوتاہی ہوجائے تو اس کو تنہائی میں سمجھانے کا حکم ہے، مگر اس کو رسوا کرنے کی اجازت نہیں، لیکن جو شخص تمام شرعی احتیاطوں کو توڑ کر اس درجہ میں پہنچ گیا کہ اس کا جرم شرعی شہادت سے ثابت ہوگیا تو اب اس کی پردہ پوشی دوسرے لوگوں کی جرأت بڑھانے کا سبب ہوسکتی ہے، اس لئے اب تک شریعت نے پردہ پوشی کا جتنا اہتمام کیا تھا اب اتنا ہی اس کی رسوائی کا اہتمام کیا جاتا

ہے، اسی لئے زنا کی سزا کو صرف منظر عام پر جاری کرنے پر کفایت نہیں فرمائی، بلکہ مسلمانوں کی ایک جماعت کو اس میں حاضر اور شریک رہنے کا حکم دیا گیا۔ (تفسیر معارف القرآن، بتصرف: ۳۴۹/۶)

متعدد احادیث میں زنا سے بچنے کا حکم فرمایا گیا ہے اور اس گناہ پر بہت شدید وعیدیں بیان فرمائی گئی ہیں، ذیل میں چند احادیثِ مبارکہ لکھی جاتی ہیں:

زنا کی حرمت و مذمت کے متعلق چند احادیثِ طیبہ

حدیث نمبر ۱

زنا میں دنیا اور آخرت کی تین تین بُرائیاں

یا معشر المسلمین ؛ اتقوا الزنا ، فان فیه ست خصال : ثلاث فی الدنیا ، وثلاث فی الآخرة ، فأما اللاتی فی الدنیا، فیذهب ببهاء الوجه ویورث الفقر وینقص العمر، واما اللاتی فی الآخرة فیورث السخط وسوء الحساب والخلود فی النار . الخرائطی فی مساوی الاخلاق حل هب وضعفه ، وابو الفتح الراشدی فی جزئه والرافعی عن حذیفة (کنز العمال . ۵/ ۳۱۹)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اے لوگو! زنا سے بچو، کیونکہ اس میں چھ بُرائیاں ہیں جن میں سے تین کا تعلق دنیا سے ہے اور تین کا تعلق آخرت سے ہے۔

دنیا کی تین بُرائیاں یہ ہیں:

۱۔ زنا کرنے والے کے چہرے کی رونق چلی جاتی ہے۔ ۲۔ تنگدستی پیدا ہوتی ہے۔ ۳۔ عمر گھٹ جاتی ہے۔

اور آخرت کی تین برائیاں یہ ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے۔ ۲۔ حساب وکتاب بہت بُرا ہوتا ہے۔ ۳۔ جہنم میں لمبی مدت رہنے کا سبب ہے۔ (کنز العمال)

حدیث نمبر ۲

زنا تنگدستی کا سبب ہے

الزنا یورث الفقر . "هب عدک فی تاریخه والقضاعی عن ابن عمر".

(كنز العمال . ۵/ ۳۱۸)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر، رضی اللہ عنہما، سے روایت ہے کہ زنا فقر وفاقہ کو پیدا کرتا ہے۔(کنز العمال)

حدیث نمبر۳

زنا کے وقت ایمان نکل جاتا ہے

عن ابن عباس رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يزنى العبد حين يزنى وهو مؤمن ولا يسرق حين يسرق وهو مؤمن ولا يشرب حين يشرب وهو مؤمن ولا يقتل وهو مؤمن قال عكرمة قلت لابن عباس كيف ينزع الايمان منه قال هكذا وشبك بين اصابعه ثم أخرجها فان تاب عاد اليه هكذا وشبك بين أصابعه .(صحيح البخارى . ۱/ ۳۳۷)

ترجمہ: حضرت ابن عباس، رضی اللہ عنہما، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت کوئی زنا کرنے والا زنا کرتا ہے وہ مؤمن نہیں رہتا، جس وقت کوئی چوری کرتا ہے وہ مومن نہیں رہتا، جس وقت شراب پینے والا شراب پیتا ہے وہ مومن نہیں رہتا، اور جس وقت قاتل قتل کرتا ہے وہ مومن نہیں رہتا، حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ کس طرح سے اس سے ایمان کھینچ لیا جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس طرح، اور اپنی انگلیوں کو انگلیوں کے درمیان ڈال کر پھر ان کو نکالا، (اور یہ بھی فرمایا کہ) اگر توبہ کرلے تو اس طرح اس کی طرف لوٹ آتا ہے اور اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالا۔(صحیح بخاری)

حدیث نمبر۴

شرمگاہ کی حفاظت پر جنت کا وعدہ

يا شباب قريش ، لا تزنو ا الا من حفظ فرجه فله الجنة ، "ک عن ابن

عباس ". (کنز العمال . ۵/ ۳۱۸)

ترجمہ: حضرت ابن عباس، رضی اللہ عنہما، سے روایت ہے کہ اے نوجوانان قریش! زنا مت کرو۔ یاد رکھو! جوشخص اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے گا اس کے لئے جنت ہے۔ (کنز العمال)

حدیث نمبر ۵

زنا کرنے والوں کے چہرے

وعن عبدالله بن بسر عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : "ان الزناة یأتون تشتعل وجو ههم نارا " (مجمع الزوائد . ٦/ ۳۸۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسر، رضی اللہ عنہما، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زنا کرنے والوں کے چہرے آگ کے شعلوں میں بھرے ہوئے ہوں گے۔ (مجمع الزوائد)

حدیث نمبر ٦

زنا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب ہے

عن عبدالرحمن بن عبد الله بن مسعود عن أبیه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : (ماظهر فی قوم الزنی والربا الا أحلوا بأنفسهم عقاب الله جل وعلا) (صحیح ابن حبان . ۱۰/ ۲۵۸)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن اپنے والد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قوم میں زنا اور سود پھیل گیا، انہوں نے یقیناً اللہ تعالیٰ کے عذاب کو اپنے اوپر اتار لیا۔ (صحیح ابن حبان)

حدیث نمبر ۷

زنا کی کثرت قیامت کی نشانی

أخبرنا أنس ، قال : لأحدثنکم حدیثا لا یحدثکموه أحد بعدی ، سمعته من

النبی صلی الله علیه وسلم ، سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول: لا تقوم الساعة ، و اِ ما قال : من اشراط الساعة ، ان یرفع العلم ، ویظهر الجهل ، ویشرب الخمر، ویظهر الزنا ، ویقل الرجال ، ویکثر النساء حتی یکون للخمسین امرأة القیم الواحد. (صحیح البخاری . ۸/ ۱۶۴)

حضرت انس، رضی اللہ عنہ، نے فرمایا: میں تم سے ایسی حدیث بیان کروں گا جو تم سے میرے بعد کوئی شخص بیان نہیں کرے گا، میں نے یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے کہ آپ فرمارہے تھے: قیامت قائم نہ ہوگی، یا فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا اور جہالت پھیل جائے گی اور شراب پی جائے گی، اور زنا کی کثرت ہوگی، مرد کم ہوجائیں گے اور عورتیں زیادہ ہوجائیں گی، یہاں تک کہ پچاس عورتوں پر ایک مرد نگران ہوگا۔(صحیح بخاری)

حدیث نمبر۸

زنا کرنے والوں پر لعنت

عن عبدالله بن بریدة عن أبیه رضی الله عنه : ان السماوات السبع الأرضین السبع والجبال لیلعن الشیخ الزانی وان فروج الزناة لتؤذی أهل النار بنتن ریحها. (مسند البزار . ۲/ ۱۴۱)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت کرتی ہیں، اور بدکاری کرنے والوں کی شرمگاہوں سے نکلنے والی بدبو، اہل جہنم کو بھی اذیت میں مبتلا کردے گی۔(مسند بزار)

حدیث نمبر۹

ولد الزنا کا عام ہونا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا باعث ہے

عن میمونة زوج النبی صلی الله علیه وسلم قالت سمعت رسول الله صلی

الله علیه وسلم یقول لا تزال أمتی بخیر ما لم یفش فیهم ولد الزنا فاذا فشا فیهم ولد الزنا فیوشک أن یعمهم الله عزوجل بعقاب (مسند احمد . ۴۴/ ۲ ا ۴)

ترجمہ: حضرت میمونہ، رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: میری امت اس وقت تک خیر پر رہے گی جب اس میں ولد الزنا (یعنی زنا) عام نہ ہوجائے، جب اس میں زنا عام ہوجائے گا تو پھر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کو گھیر لے۔ (مسند احمد)

حدیث نمبر ۱۰

شوہر کی غیر موجودگی میں عورت کے بستر پر بیٹھنا

عن ابن ابی قتادة عن أبیه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من قعد علی فراش مغیبة قیض الله له یوم القیامة ثعبانا (مسند أحمد . ۲۷/ ۲۴۹)

ترجمہ: حضرت ابوقتادۃ، رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی ایسی عورت کے بستر پر بیٹھا جس کا شوہر موجود نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر ایک اژدھا مسلط فرمادے گا۔ (مسند احمد)

تشریح

چونکہ زنا عموماً شوہر والی عورت سے اسی صورت میں ہوتا ہے جبکہ شوہر موجود نہ ہو، اس لئے مذکورہ بالا حدیث میں یہ فرمایا کہ جس کا شوہر موجود نہ ہو، ورنہ اگر کسی کا شوہر موجود ہو لیکن دیوث ہو اور اس کی طرف سے زناکاری کی اجازت ہو تو زنا تب بھی حرام ہے۔

مذکورہ بالا تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ زنا کے نتائج و ثمرات نہایت سنگین و خطرناک ہیں اور یہ گناہ بہت سی قباحتوں پر مشتمل ہے، زنا انسان کو جہنم میں پہنچانے اور شدید عذاب میں مبتلا کرنے کا سبب ہے، اس سے فقر و فاقہ اور تنگدستی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے ہر مسلمان مرد و عورت کو اس سے بچنا لازم ہے۔

زنا کے اسباب و مقدمات

یہاں ایک بات سمجھ لینا ضروری ہے کہ عام طور پر زنا کا گناہ سرزد ہونے سے پہلے اس کے مقدمہ کے طور پر چند اور گناہوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے، اگر اُن گناہوں سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی جائے تو بات آگے نہیں بڑھتی، اور انسان زنا کے گناہ میں مبتلا ہونے سے بچ جاتا ہے، لیکن اگر اُن گناہوں کی طرف توجہ نہ کی جائے اور ہلکا سمجھ کر انہیں کیا جائے تو پھر وہ زنا کے لئے پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں اور وہی ابتدائی مراحل آہستہ آہستہ انسان کو زنا کے گناہ میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

ان میں سب سے پہلے بدنظری ہے، یہ بُرائی کی پہلی سیڑھی ہے، بدنظری کے بعد پھر دل میں بات کرنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے، اور آج کل موبائل اور انٹرنیٹ کی سہولت نے اس داعیہ کو پورا کرنا بہت آسان بنادیا ہے، پھر جب باتوں کا سلسلہ طویل ہوتا ہے تو ملاقات تک نوبت پہنچتی ہے، اور جب دو مرد وعورت تنہائی میں ملاقات کرتے ہیں تو حدیث شریف کی رُو سے ان کے درمیان تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ انسان بدکاری کے گناہ میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ اس لئے اگر زنا سے بچنا ہے تو اس کے ابتدائی گناہوں سے بھی بچنا ضروری ہے، مثلاً غیرمحرم کی طرف قصداً دیکھنے اور بے محابا اختلاط سے اور بلاضرورت گفتگو کرنے سے اور غیرمحرم کے ساتھ خلوت یعنی تنہائی میں بیٹھنے سے بچنا ضروری ہے۔ ذیل میں نظروں کی حفاظت اور بدنظری کے گناہ کے متعلق چند آیات اور احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیں! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ (النور : ۳۰، ۳۱)

ترجمہ: مومن مردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہی اُن کے لئے پاکیزہ ترین طریقہ ہے۔ وہ جو کارروائیاں کرتے ہیں اللہ اُن سب سے پوری طرح باخبر ہے۔

تشریح

یعنی نامحرم مرد نامحرم لڑکیوں اور عورتوں کو نہ دیکھیں، اسی طرح بے ریش لڑکوں کو نہ دیکھیں، غرض جن

شکلوں کی طرف دیکھنے سے نفس کو حرام مزہ آتا ہے اُن شکلوں کی طرف دیکھنے کی ممانعت ہے، اور نظروں کی حفاظت اتنی اہم چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں عورتوں کو اگلی آیت کریمہ میں اس کا الگ حکم دیا ہے:

يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (الآية)

ترجمہ: عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں

جبکہ عام طور پر نماز اور روزے وغیرہ کے جو احکام بیان ہوئے ہیں ان میں صرف مردوں کو خطاب ہے، اور مردوں کے تابع ہو کر عورتوں کو بھی حکم ہے، لیکن نظر وغیرہ کی حفاظت کے حکم میں عورتوں کو الگ حکم دیا اور مردوں کو الگ حکم دیا، تاکہ دونوں اپنی اپنی نظر اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اس گناہ سے پوری طرح حفاظت ہو۔

بدنظری کے متعلق چند احادیث طیبہ

حدیث نمبر ۱

عن أبی هريرة ، ولا أعلمه الا عن النبی صلی الله عليه وسلم ، قال : العين تزنی ، والقلب يزنی ، فزنا العين النظر ، وزنا القلب التمنی ، الفرج يصدق ما هنالک أويكذبه (مسند احمد . ۹۶/۱۴)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ، رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آنکھ زنا کرتی ہے، اور دل بھی زنا کرتا ہے، پس آنکھ کا زنا (غیر محرم کو) دیکھنا ہے، اور دل کا زنا یہ ہے کہ وہ خواہش اور آرزو کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کر دیتی ہے (اگر واقعی وہ زنا میں ملوث ہو گیا) یا جھٹلا دیتی ہے (اگر وہ زنا سے بچا رہا)۔ (مسند احمد)

حدیث نمبر ۲

وقال ابن مسعود العينان تزنيان بالنظر والشفتان تزنيان زناهما التقبيل واليدان تزنيان وزناهما اللمس والرجلان تزنيان وزناهما المشی وقتل انما سميت هذه الأشياء زنا لأنهما دواعی اليه(عمدة القاری . ۴۳۸/۳۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں: آنکھیں (غیر محرم کو) دیکھ کر زنا کرتی

ہیں، اور ہونٹ بھی زنا کرتے ہیں، اوران کا زنا بوسہ دینا ہے، اور ہاتھ زنا کرتے ہیں اوران کا زنا (غلط) چھونا ہے، اور پاؤں بھی زنا کرتے ہیں اوران کا زنا (غلط جگہ) چلنا ہے۔
(عمدۃ القاری)

تشریح

علماء کرام نے لکھا ہے کہ ان کاموں کو زنا اس لئے کہا گیا ہے کہ عام طور پر یہ کام ہی زنا کا سبب بنتے ہیں، اس لئے ان گناہوں سے بھی بچنا ضروری ہے۔

حدیث نمبر۳

وعن الحسن مرسلا قال : بلغني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لعن الله الناظر والمنظور اليه . (مشكاة المصابيح . ۲/ ۹۳۶)

ترجمہ: حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے (حضراتِ صحابہ کرامؓ سے) یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے (بلا عذر و بغیر اضطرار) دیکھا اور وہ جس کو دیکھا گیا دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (مشکوٰۃ)

تشریح

مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے (خواہ اجنبی عورت ہو یا کسی کا ستر ہو یا کوئی اور ممنوع چیز ہو) ان چیزوں کی طرف بلا عذر قصد وارادہ سے دیکھنے والا اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہے۔ اسی طرح جو اپنے آپ کو بدنظری کے لئے پیش کرے مثلاً کوئی عورت بے پردہ نامحرم مردوں کے سامنے آئے تو وہ بھی اس لعنت میں داخل ہے۔

حدیث نمبر۴

عن حذيفة ، رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "النظرة سهم من سهام ابليس مسمومة فمن تركها من خوف الله أثابه جل وعز ايمانا يجد حلاوته في قلبه " هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه

" (المستدرک علی الصحیحین للحاکم . ۴/ ۳۴۹)

ترجمہ: نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے، جس نے اس کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے چھوڑا تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کو ایسا ایمان عطا فرمائیں گے جس کی مٹھاس کو وہ اپنے دل میں پائے گا۔ (مستدرک حاکم)

تشریح

یعنی نظر کی حفاظت کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے اگرچہ دنیا کی ظاہری مٹھاس لے لی، لیکن اس کے بدلے دل میں ایمان کی مٹھاس عطا فرمادی جو نہ ختم ہونے والی ہے، کیونکہ ایمان کی مٹھاس جس دل میں داخل ہوتی ہے پھر نہیں نکلتی، اور اس میں گویا ایک طرح سے حسنِ خاتمہ کی بشارت ہے، کیونکہ جب ایمان دل سے نہیں نکلے گا تو خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

حدیث نمبر۵

وعن بریدة قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعلی : "یاعلی لا تتبع النظرة النظرة فان لک الأولی ولیست لک الآخرة " (مشکاة المصابیح . ۲/ ۹۳۳)

ترجمہ: حضرت بُریدہ، رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! نظر پڑنے کے بعد پھر نظر نہ ڈالو، (یعنی اگر کسی عورت پر اچانک نظر پڑ جائے تو پھر اس کے بعد دوبارہ اس کی طرف نہ دیکھو) کیونکہ تمہارے لئے پہلی نظر تو جائز ہے (جبکہ اس میں قصد وارادہ کو قطعاً دخل نہ ہو) مگر دوسری نظر جائز نہیں۔ (ترجمہ از مظاہر حق)

حدیث نمبر۶

وعن جریر بن عبدالله قال :سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن نظر الفجاء ة فامر نی ان اصرف بصری .(مشکاة المصابیح . ۲/ ۹۳۲)

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ، رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی اجنبی عورت پر اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں اپنی نظر (فوراً) پھیر لوں۔ (ترجمہ از مظاہر حق)

تشریح

مطلب یہ ہے کہ دوبارہ اس کی طرف نہ دیکھے، کیونکہ پہلی نظر جو بلا قصد و ارادہ پڑی وہ معاف ہے، لیکن فوراً نظر پھیر لینا واجب ہے، اور پہلی نظر کے بعد عورت کی طرف دیکھتے رہنا گناہ کی بات ہے۔

ہمارے معاشرے میں بدنگاہی کی چند معروف صورتیں

ہمارے معاشرے میں یہ گناہ بہت عام ہو گیا ہے، اور عموماً اس کے گناہ ہونے کی طرف توجہ بھی نہیں ہوتی، کیونکہ ایسے متعدد ذرائع وجود میں آچکے ہیں جن کی وجہ سے اس گناہ کا ارتکاب کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر چند معروف صورتیں یہ ہیں:

۱۔۔۔ٹی وی دیکھنا، جس میں موسیقی کے علاوہ نامحرم مردوں اور عورتوں کی تصاویر بھی ہوتی ہیں، بلکہ بعض اوقات نیم عریاں اور فحش تصاویر بھی نظر آجاتی ہیں۔

۲۔۔۔انٹرنیٹ اور موبائل پر فلمیں، ناجائز پروگرام اور نامحرم کی تصاویر دیکھنا۔

۳۔۔۔سڑکوں پر نامحرم عورتوں کے لگے پوسٹر دیکھنا۔

۴۔۔۔اخبارات و رسائل کی تصاویر دیکھنا، اکثر مصنوعات پر تصاویر ہوتی ہیں انہیں دیکھنا۔

۵۔۔۔بے پردہ خواتین کو دیکھنا۔

۶۔۔۔کاروبار / ملازمت میں غیر محرم خواتین کے ساتھ بے محابا اختلاط اور میل جول اور ان کے ساتھ بے تکلفی رکھنا اور ہنسی مذاق کرنا۔

۷۔۔۔گھروں میں عام طور پر جو بے پردگی ہوتی ہے اور خاندان کی نامحرم عورتوں سے پردہ نہیں کیا جاتا، مثلاً چچی، ممانی، چچازاد بہن، ماموں زاد بہن، خالہ زاد بہن، پھوپھی زاد بہن، وغیرہ سے پردہ نہ کرنا۔ اسی طرح سالی اور بہنوئی کا ایک دوسرے سے پردہ نہ کرنا، جیٹھ / دیور کا بھابھی سے پردہ نہ کرنا۔

یہ سب غلط راستے ہیں جن سے بدنظری کا گناہ ہوتا ہے اس لئے ہوشیار اور محتاط رہنا چاہئے۔

بدنظری سے بچنے کی تدابیر

بدنظری سے بچنے کے لئے درجِ ذیل تدبیریں اختیار کی جاسکتی ہیں:

۱۔۔۔نگاہ نیچی کر کے چلیں۔ نیچے دیکھ کر چلنے والا شخص شیطان کے حملے سے محفوظ رہتا ہے۔

۲۔۔۔جب کسی ناجائز چیز پر نظر پڑے اور وہ اچھی معلوم ہو تو فوراً ذہن میں اس کی بُری شکل کا تصور کرلیں۔

۳۔۔۔بدنظری سے متعلق جو وعیدیں بیان ہوئی ہیں اُنہیں ذہن میں مستحضر رکھیں۔

۴۔۔۔اپنے آپ کے ساتھ یہ طے کرلیں کہ اگر یہ گناہ مجھ سے سرزد ہوا تو اتنی رکعت نفل پڑھوں گا یا اتنی رقم صدقہ کروں گا۔اور رکعات کی تعداد اور رقم کی مقدار اتنی ہونی چاہئے جو نفس پر شاق اور بھاری ہوتا کہ گناہ سے بچنے میں مددگار رہو، بہت معمولی نہ ہو۔

۵۔۔۔بدنگاہی کے نقصانات سوچیں کہ اس میں مبتلا شخص کی زندگی ہر وقت بے چین رہتی ہے، راتوں کو نیند نہیں آتی، اور طرح طرح کے گناہ کے کاموں کا ارتکاب ہوتا ہے، مال کا اسراف اور وقت کے ضیاع جیسے بڑے بڑے گناہ سرزد ہوجاتے ہیں، وغیرہ۔

۶۔۔۔اللہ تعالیٰ سے صدق واخلاص کے ساتھ رو رو کر دعائیں مانگیں کہ اللہ تعالیٰ اس گناہ سے نجات عطا فرمائیں اور اس گناہ سے بچنا آسان فرمائیں۔

اللہ پاک تمام مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین۔

☆☆☆

حدیث سوچ سمجھ کر نقل کریں!

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ وَالْمُغِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ حَدَّثَ بِحَدِيْثٍ يُرٰى اَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت سمرہؓ بن جندب اور حضرت مغیرہؓ بن شعبہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہما، سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسی حدیث بیان کی جس کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ یہ جھوٹ ہے (جھوٹی ہوسکتی ہے) تو وہ بیان کرنے والا خود جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

تشریح

حدیث شریف کا مقصد واضح ہے کہ کسی بھی حدیث کے نقل کرنے میں پوری احتیاط کرنی لازمی ہے جب تک کسی قول یا روایت کے حدیث ہونے کی تصدیق نہ ہوجائے اسے آگے نقل کرنا ''کذب'' میں داخل ہے اور یہ نقل کرنے والا بھی ''کاذبین'' میں شامل ہے جو سخت گناہ ہے۔

مولانا ندیم الواجدی

"فقہ البیوع"...... مدارس کے نصاب کا حصہ بننے کے لائق کتاب

گذشتہ دنوں دیوبند کے کچھ نوجوانوں نے ایک پروگرام منعقد کیا، یہ نوجوان پڑھے لکھے ہیں، ان کے پاس مدارس کی تعلیم بھی ہے، وہ عصری علوم سے بھی بے بہرہ نہیں ہیں اور انگریزی زبان پر بھی عبور رکھتے ہیں۔ ان حضرات نے دیوبند میں ایک ادارہ قائم کر رکھا ہے، جس کے تحت ہفتے میں ایک دن جمعہ کے روز دو گھنٹے کے لیے ایک کلاس لگتی ہے۔ اس کلاس میں طلبۂ مدارس کو بینکنگ کے اسلامی نظام سے متعارف کرایا جاتا ہے، تجارت کے جو نئے طریقے اس دور میں رواج پا گئے ہیں، ان پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ ایک سال میں جن طلبۂ مدارس نے اس ہفت روزہ کلاس میں شرکت کی، پھر امتحان میں کامیابی حاصل کی، یہ پروگرام ایسے طلبہ کے مابین تقسیم اسناد کے لیے منعقد کیا گیا تھا۔ مجھے اظہار خیال کی دعوت دی گئی تو میں نے عرض کیا کہ بینک کاری کا اسلامی نظام کوئی نئی چیز نہیں ہے، بلکہ یہ اسلام کے روز اول سے معروف ومتعارف ہے، البتہ اس میں عہد بہ عہد تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ بینک کے کاروبار میں دو چیزیں بنیادی ہیں: رقم جمع کرانا اور رقم وصول کرنا۔ دونوں کی مختلف شکلیں ہیں، کچھ شکلیں عہد صحابہ میں بھی متعارف تھیں، بعض صحابۂ کرام دوسروں کا مال اپنے پاس محفوظ رکھنے کا کام کرتے تھے، شروع شروع میں یہ کام بہ طور امانت ہوتا تھا، لیکن چونکہ امانت کے ضائع ہوجانے کی صورت میں امانت رکھنے والے پر کوئی تاوان لازم نہیں آتا، اس لیے بعض حضرات اس مال کو بہ طور قرض لے لیا کرتے تھے تاکہ اسے تجارت میں لگا کر نفع کمائیں اور صاحب مال کا مال بھی ضائع نہ ہو۔ حضرت زبیر بن العوامؓ کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ وہ لوگوں کی رقم بطور قرض لے لیا کرتے اور انہیں تجارت میں لگا دیتے، جب ان کی وفات ہوئی تو لوگوں کے بائیس لاکھ درہم ان کے ذمے باقی تھے اور یہ تمام درہم کاروبار میں لگے ہوئے تھے۔ یہ تو وہ صورت تھی جس میں اصل مالک کی رقم محفوظ تو ہوجاتی تھی مگر اسے کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا۔

اُس دور میں ایسی صورتیں بھی اختیار کی گئیں، جن میں مالک کی رقم کا تحفظ بھی ہو اور اسے کچھ نفع بھی مل جائے۔ صحابیِ رسول حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جس وقت وہ عراق کے گورنر تھے، ایک بڑی رقم امیر المؤمنین حضرت عمرؓ ابن الخطاب کے دو صاحبزادوں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت عبیداللہ ابن عمرؓ کو دی کہ وہ مدینہ منورہ لے جا کر خلیفۃ المسلمین کے حوالے کردیں، انھوں نے یہ مال بطور قرض لے لیا تاکہ وہ اس سے تجارت کرتے ہوئے واپس جائیں، اس طرح ان کو نفع کی امید بھی تھی اور اس میں رقم کا تحفظ بھی تھا۔ اگر یہ رقم کسی وجہ سے ضائع ہوجاتی تو یہ دونوں حضرات ادائی کے پابند تھے، کیونکہ انھوں نے یہ رقم امانت کے طور پر نہیں بلکہ قرض کے طور پر لی تھی۔ حضرت عمرؓ کو جب اس صورتِ حال کا علم ہوا تو انھوں نے یہ اعتراض کیا کہ جب دوسرے مسلمانوں کو بیت المال سے قرض نہیں دیا جاتا تو عمر کے بیٹے اس قرض کے مستحق کیسے ہوسکتے ہیں؟ بعض صحابہؓ نے یہ تجویز پیش کی کہ اس تجارت کو مضاربت قرار دے دیا جائے، اس طریقہٴ تجارت میں ایک فریق کا پیسہ ہوتا ہے اور دوسرے فریق کی محنت اور نفع طے شدہ معاملات کے مطابق تقسیم کیا جاتا ہے، حضرت عمرؓ نے یہ تجویز منظور فرمائی، اس طرح بیت المال اور دونوں صاحبزادے فائدے میں رہے۔

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے اپنی کتاب "امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی" میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ تاریخ اسلام کی وہ پہلی شخصیت ہیں، جنھوں نے اپنے تجارتی ادارے کو باقاعدہ بینک کی شکل دی۔ انھوں نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ لوگوں کا سرمایہ کپڑے کے کارخانے میں لگاتے اور اس سے حاصل ہونے والے منافع میں صاحب مال کو بھی شریک فرماتے، اس رقم سے ضرورت مندوں کو بلا سود قرض بھی دیتے، اس طرح اُن کے ذریعے بینک کا مکمل نظام وجود میں آیا جو نہایت کامیابی کے ساتھ چلا، یہ نظام دوسروں کے لیے بھی نمونہٴ عمل بنا اور خود امام صاحب کو بھی اس سے بڑا نفع ہوا۔ بینک کاری کے اس نظام میں اگرچہ بہت زیادہ وسعت نہیں تھی، مگر یہ بہت زیادہ محدود بھی نہیں تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کے کاروبار کے سلسلے میں رأس المال اور منافع کے جو تذکرے کتابوں میں ملتے ہیں، اُن سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ یہ محض تصوراتی نہیں تھا بلکہ اسے باقاعدہ عملی شکل دے کر ایک ادارے کے تحت کردیا گیا تھا جہاں حساب کتاب کے رجسٹر تیار کیے جاتے تھے، قرض لیتے اور دیتے وقت معاہدات کو تحریری شکل دی جاتی تھی، نفع ونقصان کا حساب کیا جاتا تھا اور طے شدہ معاملات کے مطابق نفع تقسیم کیا جاتا تھا۔ یہ تجارت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی اور بہت

سے افراد اس تجارت سے بطور ملازم اور اجیر منسلک تھے، ان کی تنخواہوں اور اجرتوں کی ادائی کا بھی ایک مکمل سسٹم اور طریقۂ کار موجود تھا اور یہ تمام امور قرآن وسنت کے متعین کردہ خطوط کی روشنی میں وضع کردہ اصولِ تجارت کو راہ نما بنا کر انجام دیے جاتے تھے۔ میں نے پروگرام کے ذمہ داروں سے عرض کیا کہ طلبۂ مدارس کو اسلامی بینک کاری کے نظام اور جدید اصول معیشت وتجارت سے آگاہ کرنے کے لیے آپ حضرات جو کوشش کررہے ہیں، وہ قابل تعریف ہے۔ لیکن اگر یہ کام دینی مدارس خود کریں تو اس کا فائدہ زیادہ ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ اس مقصد کے لیے زیادہ کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اپنے نصاب میں ایک کتاب کے اضافے کی ضرورت ہے جو ابھی دو سال پہلے منظر عام پر آئی ہے اور جو اس موضوع پر منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ کتاب کا نام "فقہ البیوع" ہے، مصنف شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم ہیں۔

وہاں تو میں نے اختصار کے ساتھ یہ بات کہی تھی۔ آج کے اس مضمون میں اس کی کچھ تفصیل پیش کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔ یہ موقع اس تجویز کے لیے غنیمت بھی ہے کہ چند روز بعد دار العلوم دیوبند میں کل ہند رابطۂ مدارس عربیہ کا ایک اجلاس منعقد ہونے والا ہے، ہوسکتا ہے اس موقع پر مدارس کے نصابِ تعلیم پر بھی کچھ بات ہو، ممکن ہے کسی صاحب نظر کی نظر اس مضمون پر پڑ جائے اور وہ "فقہ البیوع" کو شامل نصاب کرنے کی تجویز کو آگے بڑھا سکیں۔

دیوبند سے خاندانی اور نسبی نسبت رکھنے والے پاکستان کے ممتاز عالم دین مولانا محمد تقی عثمانی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، علم وادب کے میدان میں ان کی ہمہ جہتی خدمات نے ان کو دنیائے علم کا بے تاج بادشاہ بنا دیا ہے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف اور اصلاح معاشرہ وغیرہ موضوعات کے حوالے سے ان کی گراں قدر اُردو، عربی اور انگلش تصانیف وتالیفات نے مقبولیت کے تمام ریکارڈ توڑ کر رکھ دیے ہیں۔ تصنیف وتالیف، وعظ وتقریر اور تدریس کے ساتھ ہی انھوں نے بطور خاص اپنے لیے ایک میدان وہ بھی چنا جو اب تک خالی تھا اور جس میں علماء راسخین کی سخت ضرورت تھی، وہ میدان ہے اسلامی معاشیات کا جس کا ایک بڑا حصہ اسلامی بینک کاری سے تعلق رکھتا ہے۔

گلوبلائزیشن کے اس دور میں پوری دنیا ڈی جیٹل ہوچکی ہے، اس کے ساتھ ہی ہم تجارت اور معیشت کے کچھ ایسے پہلوؤں سے بھی متعارف ہوئے ہیں، جن کا اس سے پہلے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، نقد کا تصور

ختم ہوتا جارہا ہے اور خرید وفروخت کی تمام سرگرمیوں کا انحصار بینک جیسے مالیاتی اداروں پر ہونے لگا ہے، اس کے ساتھ ہی سود کا دائرہ بڑھ رہا ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے، جن اہل علم حضرات نے مالیاتی اداروں کو سودی سرگرمیوں سے پاک وصاف رکھنے کے لیے جدوجہد کی ہے، ان میں مولانا محمد تقی عثمانی کا نام سب سے نمایاں ہے۔ آج وہ پاکستان سمیت دنیا کے کئی ملکوں میں قائم اسلامی بینکوں کے ایڈوائزر ہیں، اس کے ساتھ ہی اس موضوع پر ان کی تحقیقات کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ پندرہ سال قبل انھوں نے خرید وفروخت کے موجودہ منظرنامے کو سامنے رکھ کر فقہی احکام کی تحقیق وترتیب کا گراں قدر کام شروع کیا تھا جو دو ضخیم جلدوں میں مکمل ہوکر سامنے آچکا ہے، کتاب کا مختصر نام "فقہ البیوع" ہے، مکمل نام ذرا لمبا ہے مگر یہ لمبا نام ہی ان کے بے مثال کام کا مکمل تعارف ہے کتاب کا پورا نام ہے، فقه البيوع؛ **على المذاهب الاربعه مع التطبيقات المعاصرة، مقارناً بالقوانين الوضعية۔**

نام سے پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب میں فقہ اسلامی کے چاروں مذاہب کے وہ احکام ومسائل بیان کئے گئے ہیں، جن کا تعلق خرید وفروخت سے ہے۔ مصنف نے صرف بیانِ احکام پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ان احکام کو موجودہ دور کے اصول تجارت پر بھی منطبق کرنے کی کوشش کی ہے، اس کے ساتھ ہی انھوں نے مختلف ملکوں میں رائج تجارتی قوانین کے ساتھ اسلامی قوانین کا موازنہ بھی کیا ہے، اس طرح یہ کتاب بیع وشراء کے احکام کا ایک ایسا انسائیکلوپیڈیا بن گئی ہے جس میں قدیم مسائل جدید تطبیقات اور معاصر تجارتی قوانین کے تقابل کے ساتھ موجود ہیں، یہ دو پہلو ایسے ہیں جو اس کتاب کو معاصر فقہی ذخیرۂ کتب میں ممتاز کرتے ہیں اور اس کی قدر وقیمت میں اضافہ کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ دونوں کام ایسے ہیں جو وہی شخص کرسکتا ہے جس کے فکر ونظر میں بے پناہ وسعت ہو، ایک طرف تو اس کی نظر مسائل کے قدیم ذخیرے پر ہو، دوسری طرف وہ عصری مسائل پر بھی گرفت رکھتا ہو، پھر اس میں یہ صلاحیت بھی ہو کہ وہ زمانے کے نئے مسائل پر قدیم مسائل کو منطبق کرسکے، اس کے ساتھ ہی وہ پیش آمدہ مسائل کا فقہی حل بھی پیش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، کتاب خود اپنے منہ سے بول رہی ہے کہ اس کے مصنف میں یہ تمام صلاحیتیں بدرجۂ اتم موجود ہیں، بطور خلاصہ ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اس میں مصنف نے مندرجہ ذیل امور پیش نظر رکھے ہیں۔

۱- اس کتاب میں فقہ حنفی کے ساتھ ساتھ باقی تینوں فقہی مکاتب فکر کے تمام اہم مسائل ان کے مستند اور

بنیادی مآخذ کے حوالوں کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں۔

۲- اسلامی قوانین تجارت کے ساتھ بعض یورپین ملکوں کے قوانین بھی حسب ضرورت ذکر کردیے گئے ہیں، تاکہ دونوں طرح کے قوانین پڑھنے والوں کے سامنے آجائیں اور پڑھنے والوں کو یہ معلوم ہوسکے کہ انسان کے وضع کردہ قوانین کے مقابلے میں وحی الٰہی سے مستنبط قوانین انسانیت کے لیے زیادہ مفید ہیں۔

۳- کتاب میں جدید مسائل کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے، اس کے ساتھ ہی کتاب وسنت کی روشنی میں ان مسائل کا حل بھی پیش کیا گیا ہے، حسب ضرورت معاصر علماء کی آراء بھی پیش کی گئی ہیں، مصنف نے بہت سے مسائل میں اپنا نقطۂ نظر بھی سامنے رکھا ہے اور اس کے لیے مضبوط دلائل بھی فراہم کیے ہیں۔

۴- کتاب کا انداز بیان سہل ہے، نہ بہت طویل عبارتیں ہیں کہ پڑھنے والوں میں اکتاہٹ پیدا ہو اور نہ بہت اُیجاز ہے کہ طبیعتیں الجھ جائیں، ہر مسئلہ فقہی ترتیب پر نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ دلائل بھی ذکر کردیے گئے ہیں۔

۵- اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قدیم فقہی اصطلاحات کے ساتھ نئی اصطلاحات بھی بیان کی گئی ہیں اور ان کی مرادف انگریزی اصطلاحات بھی لکھ دی گئی ہیں، یہ اصطلاحات ان لوگوں کے لیے مفید ثابت ہوں گی جو اسلامی بینکنگ میں دلچسپی رکھتے ہیں، آخر میں ان تمام اصطلاحات کو حروف تہجی کے اعتبار سے جمع کرکے ضمیمے کی شکل میں کتاب کے ساتھ ملحق کردیا گیا ہے۔

۶- کتاب کے آخر میں مصنف نے ''صیغة مقترحة لقانون البیع الاسلامی'' کے عنوان سے اپنی کتاب کی تلخیص بھی پیش کی ہے، اگر کسی اسلامی ملک کو اللہ توفیق دے اور وہ اپنے یہاں اسلامی قانون تجارت ومعیشت نافذ کرنا چاہے تو وہ کتاب کی اس تلخیص کو راہ نما بنا سکتا ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ گجرات کے متعدد مدارس نے مذکورہ بالا تلخیص کتاب کو ہدایہ کے نصاب میں داخل کرلیا ہے، گجرات ہی کے ایک عالم نے دار العلوم دیوبند کے استاذ حدیث مولانا نعمت اللہ اعظمی کی رائے اور مشورے سے ''اسلامی قانون خرید وفرخت'' کے نام سے اس کا اُردو ترجمہ بھی کیا ہے، ضرورت ہے کہ "فقہ البیوع" کو تمام مدارس کے نصاب کا حصہ بنایا جائے، ہدایہ آخرین کے سال میں اس کو داخل کیا جاسکتا ہے، افتاء کے نصاب میں اس کو شامل کرنا تو بے حد ضروری ہے، اس سے مستقبل کے مفتیوں کو معیشت وتجارت کے

جدید وقدیم مسائل سے واقفیت تو ہوگی ہی اس کے ساتھ ہی ان میں یہ سلیقہ بھی پیدا ہوگا کہ وہ فقہی احکام کو عصری مسائل پر منطبق کرسکیں، ان میں جدید مسائل کا حل ڈھونڈنے کی صلاحیت بھی پیدا ہوگی، نیز وہ یورپین ممالک میں رائج قوانین سے بھی آگاہ ہوں گے، سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کتاب کی تدریس کے ذریعے ہم کچھ ایسے افراد پیدا کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے جو بینک کاری کے موجودہ نظام کو اسلامی نظام میں تبدیل کرسکیں جس کے لیے لگاتار کوششیں ہورہی ہیں، لیکن افراد کی کمی ان کوششوں کی راہ میں رکاوٹ پیدا کررہی ہے، خدا کرے ہماری یہ آواز صدا بہ صحرا ثابت نہ ہو۔ (بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی)

☆☆☆

ڈاکٹر محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

قارئین صرف ایسے سوالات ارسال فرمائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے گریز فرمائیں .... (ادارہ)

سوال: میرے برادرِ نسبتی جو کہ امریکہ میں مقیم ہیں انہوں نے چند سال پہلے ایک بدھ مت مذہب کی عورت سے شادی کرلی تھی۔ سب گھر والوں کے لاکھ منع کرنے کے باوجود وہ نہیں مانے۔ پچھلے سال اُن کے ہاں ایک بچے کی ولادت بھی ہوگئی۔ میں نے اپنے واٹس اپ کے فیملی گروپ میں ان کے نام ایک پیغام بھیجا جس میں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۱ کا ترجمہ لکھ دیا۔ جس میں مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت کی گئی ہے۔ اُن کی بھانجی اسماء جو کہ لندن میں رہتی ہیں، اس بات پر ناراض ہوگئیں کہ میں نے یہ پیغام فیملی گروپ کے ذریعے کیوں بھیجا۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ آپ کو اُن سے کچھ کہنا تھا تو ذاتی طور پر کہتے، اس طرح کسی کا عیب سب کو بتانا بداخلاقی کی بات ہوتی ہے اور سورۂ نور کی آیت نمبر ۱۹ اور ۲۰ کا حوالہ بھی دیا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں اُنہیں کیا جواب دوں کہ واقعی میرے برادر نسبتی کا گناہ ایسا ہے کہ مجھے سب کو نہیں بتانا چاہئے تھا۔ واضح ہو کہ واٹس اپ گروپ کے فیملی گروپ میں سارے خاندان والے ہی ممبر ہیں۔ کیا یہ بات ایسی نہیں کہ پورا خاندان اُن سے قطع تعلق کرے؟ کیا اس سلسلے میں پورے خاندان کو میرا حامی نہیں ہونا چاہئے؟

جواب: اس صورت میں آپ نے اپنے برادر نسبتی کو جو واٹس اپ کے فیملی گروپ پر پیغام میں مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت کے متعلق آیت لکھ کر بھیجی ہے ایسا کرنا درست ہے، اِس سلسلے میں آپ کے برادر نسبتی کی بھانجی کا موقف درست نہیں ہے، کیونکہ آپ کے برادر نسبتی برملا شریعت کے حکم کے خلاف کر کے اُس پر قائم ہیں، لہٰذا آپ اُن پر انفرادی طور پر واضح کردیں کہ یہ نکاح شرعاً صحیح نہیں ہوا، اور اِس کی وجہ سے وہ سخت گنہگار ہیں، اور ان کے لئے مذکورہ عورت کو اپنے ساتھ رکھنا شرعاً جائز

نہیں، اور میاں بیوی والے تعلقات رکھنا حلال نہیں، اِن پر لازم ہے کہ فی الفور اِس عورت سے علیحدگی اختیار کرلیں، اور جتنا عرصہ ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہیں اِس پر خوب گڑگڑا کر توبہ واستغفار کریں، اور آئندہ ایسا کرنے سے مکمل اجتناب کریں۔

سوال میں ذکر کردہ صورتحال میں آپ اور آپ کا خاندان مذکورہ شخص سے کچھ عرصہ کے لئے بطورِ تنبیہ تعلقات ختم کرسکتا ہے، تاہم اُس سے دائمی قطع تعلق کرنا دُرست نہیں اور مسلمانوں کے جو عام حقوق ہیں وہ آپ ان کے ادا کرتے رہیں مثلاً سلام کا جواب دینا، بیمار ہو تو عیادت کرنا، جنازہ میں شرکت کرنا وغیرہ۔ (امداد المفتیین ص: ۲۲۸)

سوال: تجارت میں جھوٹ بولنے سے روپے حلال ہوں گے یا حرام؟ اگر میں اپنا چائنا موبائل کسی کو اوریجنل کہہ کر بیچوں تو اس کے پیسے حلال ہیں یا حرام؟

جواب: تجارت میں اس طرح جھوٹ بولنا اور دھوکہ دہی کا ارتکاب کرنا سخت حرام اور انتہائی بڑا گناہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تاجر قیامت کے دن فاجر اٹھیں گے، اس سے مراد اسی قسم کے تاجر ہیں جو تجارت میں جھوٹ بولتے ہیں، اور دھوکہ دہی کا ارتکاب کرتے ہیں، اسی طرح فرمایا کہ جو ملاوٹ اور دھوکہ دہی کا ارتکاب کرے، وہ ہم میں سے نہیں وغیرہ، تاہم اگر کسی نے اس طریقہ سے کوئی چیز مثلاً موبائل وغیرہ فروخت کیا، تو بیع منعقد ہو جائے گی، اور حاصل شدہ رقم حرام نہیں ہوگی، البتہ اگر گاہک کو اس عیب کا پتہ چل گیا تو وہ چیز واپس کرکے اپنی پوری رقم واپس لینے کا شرعاً اختیار رکھتا ہے۔

سوال: میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا نکاح آج سے تقریباً چار سال پہلے ہوا تھا، لیکن رخصتی نہیں ہوئی تھی، رخصتی کے لئے لڑکے والوں نے سات مہینے کا وقت لیا تھا، لیکن سات مہینے پورے ہونے پر اُس نے کہا کہ فی الحال میرے پاس رہائش اور خرچہ کے حوالے سے انتظام نہیں ہے، اس لئے ابھی رخصتی نہیں کرتا، اس طرح ڈھائی سال گزر گئے، میں نے طلاق کا مطالبہ کیا تو اس نے کہا کہ پہلے چالیس ہزار روپے دو پھر طلاق دوں گا، کیونکہ نکاح نامہ میں مہر اُس نے چالیس ہزار روپے لکھا تھا، لیکن میری تو اب تک رخصتی نہیں ہوئی، اس لئے مجھے مہر کی رقم بھی نہیں دی، میں نے اس معاملہ میں عدالت سے رجوع کیا کہ مجھے خلع کی ڈگری چاہئے، تو عدالت کے جج نے بھی مہر کے چالیس ہزار روپے مانگے۔ اب میں یہ رقم کہاں سے ادا کروں؟ جبکہ مجھے ملی بھی نہیں ہے اور میرے والد بھی نہیں ہیں، چھوٹے بھائی روزانہ کی بنیاد پر تھوڑا بہت کماتے ہیں، غربت ہے۔ اب میں اپنے شوہر سے کس طرح آزاد ہوسکتی ہوں؟

میں نے ڈیڑھ سال تک عدالت میں چکّر لگائے ہیں لیکن پیسوں کی وجہ سے میرا کام نہیں ہو رہا۔ براہ کرم آپ مجھے اس مسئلے کا شرعی حل بتا کر ممنون فرمائیں۔

جواب: سوال میں ذکر کردہ تفصیل اگر درست ہے، تو لڑکے والوں کا مذکورہ رویہ شرعاً درست نہیں، لڑکے اور لڑکی دونوں کو چاہئے کہ گھر آباد کرنے کی کوشش کریں، تا کہ طلاق یا خلع کی نوبت نہ آئے، تاہم اگر لڑکا رخصتی پر آمادہ نہیں، یا دونوں کے تعلقات اس درجہ خراب ہو چکے ہیں کہ رخصتی کے بعد دونوں میں نباہ اور خوشگوار زندگی گزارنے کی امید نہیں، تو اس صورت میں لڑکے کو چاہئے کہ لڑکی کو طلاق دے، طلاق کے بدلے میں چالیس ہزار روپے کا مطالبہ کرنا جائز نہیں، سخت گناہ ہے، بلکہ طلاق کی صورت میں لڑکے کے ذمہ آدھا مہر یعنی بیس ہزار روپے دینا واجب ہوں گے، تاہم اگر وہ طلاق پر آمادہ نہیں، تو لڑکی اپنا آدھا مہر معاف کر کے اس کے بدلہ میں اس سے خلع لینے کی کوشش کرے، اور اس طرح دونوں میاں بیوی باہمی رضامندی سے آدھے مہر کے بدلہ خلع کریں، اور اگر وہ اس پر بھی آمادہ نہیں تو اس صورت میں لڑکی عدالت سے رخصتی نہ کرانے اور نان ونفقہ نہ دینے کی بنیاد پر اپنا نکاح فسخ کرانے کی کوشش کرے۔

سوال: میں PAF کا ملازم تھا کہ میرا ایکسیڈنٹ ہوا اور Physical Imbalnce اور Loss Of Memory کی وجہ سے میڈیکل بورڈ ہوا۔ آپ سے یہ رہنمائی لینا چاہتا ہوں کہ میں اپنے پیسے جو گورنمنٹ کی طرف سے ملیں گے کیا میں ان کو قومی بچت بینک میں رکھ سکتا ہوں یا نہیں۔ کیونکہ یہ گورنمنٹ آف اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ملکیت ہے اور تمام سرکاری ملازمین ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے پیسے اسی بینک میں رکھتے ہیں۔ جو کہ ایک محفوظ ذریعہ ہے۔

جواب: قومی بچت اسکیم میں سرمایہ کاری کے نتیجے میں حاصل ہونے والا نفع درحقیقت سود ہے اور سود کا لین دین حرام اور ناجائز ہے، لہٰذا قومی بچت اسکیم میں رقم رکھوانا اور اس پر نفع لینا جائز نہیں۔ البتہ آپ حکومت سے ملنے والی رقم ایسے غیر سودی بینکوں میں رکھوا کر اس پر نفع حاصل کر سکتے ہیں جو مستند علماءِ کرام کی نگرانی میں کام کر رہے ہوں مثلاً میزان بینک وغیرہ مگر چونکہ مالیاتی اداروں کے حالات تبدیل ہوتے رہتے ہیں، اس لئے سال میں کم از کم اس سے متعلق اس بینک کے شرعی امور کی نگرانی کرنے والے عالم دین سے معلوم کر لینا ضروری ہے۔

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا طریقہ

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَیْرُ الصَّدَقَةِ مَا کَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًی وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ ۔ (متفق علیه).

ترجمہ: بہترین صدقہ وہ ہے جو مالداری کے ساتھ ہو اور خرچ کی ابتداء اُن لوگوں سے کرو جو تمہارے عیال میں ہوں۔

تشریح

اس حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انفاق فی سبیل اللہ سے متعلق دو اہم جملے ارشاد فرمائے ہیں:

ایک یہ کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس طرح خرچ کرنا چاہئے کہ وہ خود بھی مالدار رہے یعنی اتنا خرچ نہ کرے کہ وہ اور اس کے گھر والے دوسروں کے محتاج ہو جائیں۔

دوسرا یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کیا جائے تو پہلا حق اُن لوگوں کا ہے جو اس شخص کے اہل وعیال میں شامل ہوں، مثلاً نابالغ بچے، بیوی، بوڑھے والدین اور گھر میں موجود دوسرے افراد جن پر خرچ کرنا شرعاً یا اخلاقاً اس کی ذمہ داری بنتی ہے۔

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب وروز

جلسہ تقسیم انعامات

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبۂ درس نظامی وتخصصات اور شعبۂ حفظ وناظرہ مرکز کورنگی میں رواں تعلیمی سال کے ششماہی امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ کو انعامات دینے کے لئے حسب اجازت حضرت رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم، ایک جلسہ حضرت والا مدظلہم کی صدارت میں جامع مسجد دارالعلوم کراچی میں منعقد کیا گیا، اس جلسہ میں حضرت نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم بھی رونق افروز ہوئے اور دیگر اساتذۂ کرام نے بھی شرکت فرمائی۔

شعبۂ دارالقرآن کے انعامات حضرت مولانا افتخار احمد اعظمی صاحب حفظہ اللہ اور حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب حفظہ اللہ نے عنایت فرمائے اور شعبہ تخصص ودرس نظامی کے طلبہ کو انعامات حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا افتخار احمد اعظمی صاحب حفظہ اللہ کے ہاتھ سے دلوائے گئے۔

پورے جامعہ کی سطح پر پوزیشن لینے والے طلبہ اور پہلی پوزیشن لینے والے طلبہ کے خصوصی انعام حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم نے اپنے دست اقدس سے مرحمت فرمائے، اس کے بعد اپنے مختصر خطاب میں آپ نے کامیاب طلبہ کو مبارک باد دی اور ادائے شکر کی تلقین فرمائی، اور تمام طلبہ کو نصیحت فرمائی کہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر محنت کریں اور مضبوط علمی استعداد پیدا کریں، آپ کی دعا کے بعد نماز ظہر حضرت نائب رئیس الجامعہ مدظلہم کی اقتداء میں ادا کی گئی اور حسب معمول بعد ظہر تعلیمی شعبہ میں تعطیل کردی گئی۔ اس جلسہ کے انتظامات حسب معمول استاذ الحدیث حضرت مولانا رشید اشرف صاحب حفظہ اللہ کی نگرانی میں انجام پائے اور تیاری انعامات کا کام حضرت مولانا محمد یونس قاسمی صاحب حفظہ اللہ کی نگرانی میں ہوا اور دارالاقامۃ کے قیم ونگران حضرات نیز دارالقرآن کے نگران حضرت قاری عبدالرحمٰن انصاری صاحب حفظہ اللہ اور اساتذۂ حفظ وناظرہ

نے طلبہ کو جمع کرنے اور انہیں ترتیب سے بٹھانے کا کام انجام دیا۔

مدرستہ البنات میں شعبہ درس نظامی میں تقسیم انعامات کا جلسہ آج ہی منعقد ہوا اور آخر میں بذریعہ لاؤڈ اسپیکر حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم کا خطاب وہاں بھی سنا گیا۔ آج ہی بیت المکرّم شاخ میں جلسۂ انعامات منعقد ہوا جس کی صدارت استاذ الحدیث مولانا عزیز الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم نے فرمائی۔

اللہ تعالیٰ تمام معاونینِ نظم اور شرکاء محفل کو جزاء خیر سے نوازیں اور اس جلسۂ انعامات کو طلبہ وطالبات کے تعلیمی ذوق وشوق میں اضافہ کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔

مدرستہ البنات میں تقریب تکمیل قرآن کریم

جامعہ دار العلوم کراچی کے شعبہ مدرستہ البنات کے پرائمری سیکشن میں جماعت پنجم کی طالبات نے اپنے نصاب کے مطابق ناظرہ قرآن کریم مکمل کیا، اختتامی درس کی تقریب میں حضرت رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم رونق افروز ہوئے جہاں پردہ کے پیچھے بیٹھ کر جماعت پنجم کی طالبات نے لاؤڈ اسپیکر پر اپنا آخری سبق سنایا، حضرت والا مدظلہم نے تجوید کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرنے پر خوشی کا اظہار فرمایا اور انہیں اپنی دعاؤں سے نوازا، پھر تاکیدی انداز سے ارشاد فرمایا کہ تمام طالبات یہاں سے پڑھ کر فارغ ہونے کے بعد اپنے اپنے گھروں میں دوسری بچیوں کو قرآنِ کریم کی تعلیم دینے کا سلسلہ رکھیں، یہ ان کے لئے بھی صدقۂ جاریہ ہوگا۔ اور پڑھنے کی خواہش مند بچیوں کو بھی اپنے گھر یا گھر کے قریب دینی تعلیم وتربیت حاصل کرنے کا موقع ملے گا۔ محترمہ صدر معلمہ صاحبہ اہلیہ حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم اور حضرت نائب رئیس الجامعہ مدظلہم کی اہلیہ محترمہ اور دیگر معلمات بھی اس دعائیہ تقریب میں شریک ہوئیں۔ حضرت مدظلہم نے اخیر میں سب شرکاء مجلس کے لئے دعا فرمائی۔

مدرسہ ابتدائیہ میں تقریب تکمیل قرآن

جامعہ دار العلوم کراچی کے شعبہ مدرسہ ابتدائیہ وثانویہ (پرائمری وسیکنڈری اسکول) میں جماعت پنجم کے طلبہ نے اپنے نصاب کے مطابق ناظرہ قرآن کریم پڑھ کر مکمل کیا، اس موقع پر مدرسہ ابتدائیہ وثانویہ میں ایک دعائیہ تقریب منعقد کی گئی جس کے مہمان خصوصی رئیس الجامعہ حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم تھے۔ پانچویں جماعت کے طلبہ نے اپنا آخری سبق حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم کو سنایا، جبکہ بعض طلبہ نے حمد ونعت پیش

کی اور ایک طالب علم نے اپنے ساتھیوں کی ترجمانی کرتے ہوئے حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم کی سرپرستی میں چلنے والے اس شعبہ کی خدمات کو سراہا اور حضرت مدظلہم کے ساتھ ساتھ اپنے تمام اساتذہ کا شکریہ ادا کیا اور اپنے لئے دعا کی درخواست کی۔

اخیر میں حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم نے طلبہ کے عمدہ لہجے میں قرآن پاک پڑھنے پر ان کی تحسین فرمائی اور ناظرہ قرآن پورا کرلینے پر مبارک باد دی، ان طلبہ کے لئے ان کے اساتذہ کے لئے اور بچوں کے سرپرستوں کے لئے بھی دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "خیر کم من تعلم القرآن وعلمه" ان بچوں نے اور ان کے اساتذہ کرام نے اس حدیث کا مظہر بن کر خود کو اہل خیر کی جماعت میں شامل کرلیا ہے۔ نیز فرمایا ابتداء عمر میں ہی قرآن پاک تجوید کے ساتھ پڑھ لینا عمر بھر کے لئے برکت کا ذریعہ ہوجاتا ہے، طلبہ کو چاہئے کہ روزانہ تلاوت قرآن کریم کو اپنا معمول بنالیں اور اپنی عصری تعلیم میں بھی خوب محنت کریں۔ ہماری خواہش ہے اور اسی کی کوشش بھی ہے کہ یہاں سے ایسے مسلمان نونہال تیار ہوں جو آگے چل کر زندگی کے جس شعبہ میں بھی جائیں دیانت وامانت اور محنت ومہارت سے کام کرکے اپنے اسلامی ملک کی ترقی کا ذریعہ بنیں اور خود کو ایک سچا مسلمان اور محب وطن پاکستانی ثابت کریں۔

اخیر میں آپ نے ناظم مدرسہ ابتدائیہ وثانویہ حضرت مولانا رشید اشرف صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ ودیگر حضرات منتظمین واساتذۂ کرام اور تمام حاضرین کے لئے دعا فرمائی۔ نماز ظہر کے بعد ظہرانہ کا انتظام کیا گیا تھا جس میں مہمان حضرات نے شرکت فرمائی، البتہ حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم اپنے طبی معائنہ کے لئے ڈاکٹر صاحب سے وقت لے چکے تھے اس لئے وہاں تشریف لے گئے۔

محفل قراءت

۱۸/۶/۱۴۳۹ھ، جامع مسجد دارالعلوم میں حسب اجازت حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم محفل قراءت کا انعقاد ہوا، جس میں اساتذہ جامعہ وطلبہ کے علاوہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبہ تجوید وقراآت کے اعزازی نگران حضرت مولانا قاری احمد میاں تھانوی صاحب مدظلہم، نائب مہتمم ورئیس قسم القراآت جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور بھی رونق افروز ہوئے، اس محفل میں طلبہ نے اپنی اپنی تلاوت مختلف روایات میں پیش کی، اخیر

میں حسب فرمائش حضرت قاری احمد میاں تھانوی صاحب مدظلہم نے بھی اپنی تلاوت سے سامعین کو محظوظ فرمایا۔
طلبہ سے اپنے مختصر خطاب میں حضرت قاری احمد میاں تھانوی مدظلہم نے فن قراآت کے احیاء میں رئیس الجامعہ مدظلہم و نائب رئیس الجامعہ مدظلہم کی سرپرستی اور بھرپور توجہات کا تذکرہ فرماتے ہوئے اس شعبہ کی کارکردگی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اپنی مسرت و اطمینان کا اظہار فرمایا اور اکابر جامعہ کے لئے نیز قاری عبدالملک صاحب حفظہ اللہ اور حضرت قاری عبدالرشید صاحب رحمہ اللہ کے لئے دعا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ جامعہ دار العلوم کراچی کے تمام شعبوں میں برکت و قبولیت ترقی و استحکام شامل حال فرماتے رہیں اور تمام اساتذہ و کارکنان و معاونین کے لئے ان سب خدمات کو صدقۂ جاریہ بنائیں۔آمین۔

دعائے مغفرت

گذشتہ دنوں جامعہ دار العلوم کراچی کے استاد مولانا محمد یونس چترالی صاحب حفظہ اللہ کے بعض اعزہ ایک حادثہ میں وفات پا گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سابق ناظم البلاغ جناب انور صدیقی صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ گذشتہ دنوں انتقال فرماگئیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ناچیز کے ایک عزیز جناب محمود اکبر علوی صاحب (داماد حضرت مولانا محمد احمد تھانویؒ) طویل علالت کے بعد ۱۴۳۹/۶/۱۸ھ بروز جمعرات رحلت فرماگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شعبہ البلاغ کے ناظم جناب فرحان صدیقی صاحب کے خالو شیخ عبدالعزیز قریشی صاحب کا طویل علالت کے بعد لاہور میں انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت کاملہ فرمائیں درجات عالیہ عطا فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل و فلاح دارین سے نوازیں۔قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

نقد و تبصرہ

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیے

تبصرہ نگار کا مؤلف کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

نام کتاب .... عناية البارى لطلبة البخارى

نام مؤلف .... حضرت مولانا قاری محمد ادریس ہوشیار پوری، مدظلہم

ضخامت .... ۵۸۴ صفحات، مناسب طباعت۔ قیمت: درج نہیں

ناشر .... ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ ملتان

صحیح بخاری، امام بخاری، رحمہ اللہ، کا وہ علمی کارنامہ ہے جسے بالاتفاق پوری علمی دنیا اصح الکتب بعد کتاب اللہ تسلیم کرتی ہے، اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری کو ایسی مقبولیت عطا فرمائی ہے کہ عربی، فارسی اردو اور دیگر زبانوں میں اس کی اتنی زیادہ شروح منظر عام پر آچکی ہیں کہ جن کا شمار بھی بظاہر مشکل نظر آتا ہے، زیر نظر کتاب بھی صحیح بخاری کی شرح ہے جو حضرت مولانا قاری محمد ادریس ہوشیار پوری مدظلہم کی تالیف ہے حضرت قاری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی معیاری تدریس، عمدہ انداز گفتگو، بہترین تحریری صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ، ماشاء اللہ، صحیح بخاری کی تدریس کی نعمت سے بھی مالا مال فرمایا ہے۔

اس سے پہلے صحیح بخاری کی جو اردو شروح منظر عام پر آچکی ہیں ان سے استفادہ کر کے یہ شرح مرتب کی گئی ہے، کتاب کے سرورق پر طریق انتخاب یوں تحریر کیا گیا ہے:

۱۔ مدار تحقیق۔ کشف البارى ۲۔ معیار تفقہ۔ انعام البارى ۳۔ طرز تدریس۔ الخیر السارى

۴۔ انداز تسہیل۔ نصر البارى ۵۔ ربط بین الابواب۔ دلیل القارى

حضرات اہل علم مذکورہ گرانقدر شروح کی اہمیت سے واقف ہیں، "عنایۃ البارى" انہی سے ماخوذ ہے۔ اس کا انداز بھی بہت مرتب اور عمدہ ہے، مبادیات علم حدیث، کتاب الوحی، کتاب الایمان اور کتاب العلم سے

متعلق ابحاث اس میں درج کی گئی ہیں۔اکابر اساتذۂ کرام کی تقریظات بھی کتاب کی زینت ہیں۔اسی طرز پر اگر پوری صحیح بخاری کی شرح مکمل ہوجائے تو، ان شاء اللہ، اس سے مزید فائدہ ہوگا۔ (ابومعاذ)

نام کتاب .... کتابیات حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

نام مرتب .... پروفیسر حافظ بشیر حسین حامد

نظر ثانی .... محمد اورنگ زیب اعوان

ضخامت .... ۱۱۲ صفحات، عمدہ طباعت۔ قیمت:=/۲۰۰ روپے

ناشر .... ادارہ تالیفات اسلامیہ۔ ہری پوری۔ ہزارہ

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، پر اب تک جتنی کتابیں، مختلف رسائل کے خصوصی نمبر، مضامین وشذرات، تعزیتی خطوط وپیغامات شائع ہوئے ہیں، زیر نظر کتاب میں درج ذیل عمدہ ترتیب کے ساتھ ان سب کی تفصیلی فہرست جناب حافظ بشیر حسین حامد صاحب نے مرتب فرمادی ہے:

۱۔کتابوں میں ذکر ۲۔رسائل میں ذکر ۳۔تقاریظ وپیغامات ۴۔حضرت مرحوم کے مقالات ومضامین ۵۔آپ کے مکتوبات ۶۔آپ کے خلفاء کی فہرست

جناب حافظ صاحب موصوف نے "کتابیات" کے عنوان سے یہ اہم کام بڑی محنت وجانفشانی سے کیا ہے، شروع میں چوبیس صفحات پر مشتمل حضرت خواجہؒ صاحب کی "سوانحی جھلکیاں" شامل کتاب ہیں، جن میں پیدائش سے لے کر وصال تک کے تمام اہم واقعات تاریخ وار مرتب کردیئے گئے ہیں۔حق تعالیٰ اس جدوجہد کو قبول فرمائیں اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے اسے مفید بنائیں۔ (ابومعاذ)

نام کتاب .... نقوشِ سلیم، رحمہ اللہ

نام مؤلف .... ڈاکٹر عبدالشکور عظیم

ضخامت .... ۹۸ صفحات، عمدہ رنگین طباعت۔ قیمت: درج نہیں

ناشر .... مدرسہ احیاء السنۃ فاروکہ پوسٹ کوڈ ۴۰۴۰۰ ضلع سرگودھا

محترم جناب ڈاکٹر عبدالشکور عظیم صاحب، مدظلہم، استاذ المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے محبت وعقیدت کا والہانہ تعلق رکھتے ہیں اور حضرتؒ کے خلیفہ مجاز بھی ہیں۔ڈاکٹر صاحب

موصوف نے حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب ،رحمۃ اللہ علیہ، سے جو خط وکتابت کی اور براہ راست جو ملاقات کی وہ ساری کی ساری، من وعن، کمپوزنگ کے ساتھ اور خود حضرت شیخ ،رحمہ اللہ، کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریروں کے عکس کے ساتھ اس کتاب میں شائع کردی گئی ہے۔ نیز حضرت کے بارے میں دیگر حضرات کے چند تحریری تأثرات بھی شامل کردیئے گئے ہیں۔

ان خطوط، تحریرات اور حالات میں قارئین کے لئے استفادہ کا وافر سامان ہے۔ (ابومعاذ)

نام کتاب .... جب آنکھ کھلے گی (مجموعۂ کلام)

شاعر .... حضرت خالد اقبال تائب صاحب

ضخامت .... ۱۵۵ صفحات، عمدہ طباعت۔ قیمت: درج نہیں

ناشر .... مکتبہ شیخ العرب والعجم

ملنے کا پتہ............ D-238 بلاک ۴ فیڈرل بی ایریا کراچی

جناب خالد اقبال تائب صاحب، مدظلہم، عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ شعر گوئی کا شفاف اور معیاری ذوق رکھتے ہیں۔ آپ کے اشعار سے قلب وذہن کو جلا ملتی ہے، شریعت وطریقت سے آگاہی حاصل ہوتی ہے، شیخ کی عقیدت اور اتباع کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، تعلق مع اللہ کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ اسلام سے انسیت اور کفر سے وحشت پیدا ہوتی ہے، وطن سے محبت کے جذبات دل میں انگڑائی لینے لگتے ہیں۔

الغرض یہ شاعری قاری کو غلط راستے سے ہٹا کر صحیح راستے پر گامزن کردیتی ہے، خود حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: "رنگ تغزل میں عشق حقیقی کی ترجمانی تائب کے فن شعری کا کمال ہے"۔

"جب آنکھ کھلے گی" حضرت تائب صاحب کی چھٹی کتاب ہے، اس میں شامل بیشتر غزلیں اور اشعار حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب، قدس اللہ سرہ، کی سماعتوں سے گذرے ہوئے ہیں۔ اس لحاظ سے بھی اس مجموعۂ کلام کی اہمیت بہت نمایاں ہے۔

شعری ذوق رکھنے والے قارئین اس کتاب میں کیف وسرور اور لذت وتسکین کے حسین جذبات واحساسات سے سرشار ہوں گے۔ (ابومعاذ)

☆☆☆

رجسٹرڈ نمبر MC-675 "ماہنامہ البلاغ" کراچی